# اسلام کا معاشی نظام

اور

# معاشی نظریات

DEPTT. OF ISLAMIC STUDIES
No. 13459
26.2.78.
P.U. UNIVERSITY LAHORE

از

مولینا سید محمد امین الحق صاحب

www.KitaboSunnat.com

ناشر:-
شعبہ تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

# اسلام کا معاشی نظام

اور

# معاشی نظریات

DEPTT. OF ISLAMIC STUDIES
No. 13459
26.2.78
P.U. UNIVERSITY LAHORE

از

مولینا سید محمد امین الحق صاحب

www.KitaboSunnat.com

ناشر:
شعبہ تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13459

از مطبوعات

# شعبۂ تعلیم و مطبوعات محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

لاہور

تعداد ——— ایک ہزار

مؤرخہ ——— فروری ۱۹۷۰ء

مطبوعہ: وفاق پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر:-

شعبۂ تعلیم و مطبوعات، محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

لاہور

باہتمام

ادارۂ فروغ اسلام، ۱۶۸، انارکلی لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# عنوانات


| | | |
|---|---|---|
| ۱- | مقدمہ۔ | ۵ |
| ۲- | معاشی نظام۔ | ۸ |
| ۳- | سرمایہ دارانہ نظام۔ | ۱۰ |
| ۴- | اشتراکیت۔ | ۱۱ |
| ۵- | قرآن اور جدید نظریات۔ | 〃 |
| ۶- | مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری۔ | ۱۴ |
| ۷- | اہلِ شوریٰ کا فیصلہ۔ | ۱۶ |
| ۸- | اسلامی نظام۔ | ۲۰ |
| ۹- | اہلِ دولت کے اموال میں دوسروں کا حق۔ | ۲۱ |
| ۱۰- | معیشت کے حق میں مساوات۔ | ۲۳ |
| ۱۱- | معیشت کے اساسی اُصول۔ | ۲۴ |
| ۱۲- | جملہ اشیاء تمام لوگوں کے نفع کے لئے ہیں۔ | ۲۹ |
| ۱۳- | اقتصادی اور معاشی درجات۔ | ۳۱ |
| ۱۴- | معیشت کی فراخی اور تنگی اللہ کی مشیت سے ہے۔ | ۳۵ |
| ۱۵- | بسط اور تقدیر کی حکمت۔ | ۳۷ |
| ۱۶- | پیغمبرانہ مقاصد۔ | ۴۲ |
| ۱۷- | قابلِ تبدیلی امور۔ | ۴۵ |
| ۱۸- | نرمی اور دل جوئی کا سلوک۔ | ۵۲ |
| ۱۹- | اسلام اور دوسرے نظامہائے معاش میں فرق۔ | ۵۸ |
| ۲۰- | اسلام کا قانون وراثت۔ | ۶۱ |
| ۲۱- | اسلام اور سوشلزم، دو الگ الگ مسلک ہیں۔ | ۶۲ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | | |
|---|---|---|
| ۲۲- | معیشت کے وسائل۔ | ۷۲ |
| ۲۳- | بنیادی معاشی وسائل کی ضرورت۔ | ۷۵ |
| ۲۴- | معاشی وسائل میں اشتراک و معاون۔ | ۷۸ |
| ۲۵- | زمین کی آبادکاری۔ | ۸۵ |
| ۲۶- | زمین پر ملک کیسے حاصل ہوتی ہے۔ | ۸۹ |
| ۲۷- | حضرت بلالؓ کی جاگیر کی ضبطی۔ | ۹۳ |
| ۲۸- | کاشت کاری۔ | ۹۸ |
| ۲۹- | اسلام تعاون اور امدادِ باہمی کا حکم کرتا ہے۔ | ۱۰۴ |
| ۳۰- | اسلام کے معاشی نظریات۔ | ۱۰۸ |
| ۳۱- | جاگیرداری۔ | ۱۰۹ |
| ۳۲- | ضروریاتِ معاش سے زائد اراضی۔ | ۱۱۲ |
| ۳۳- | زمین کو کرایہ پر نہیں دینا چاہیے۔ | ۱۱۵ |
| ۳۴- | حضرت اسید بن زہیر کا بیان۔ | ۱۲۰ |
| ۳۵- | حضرت رافع بن خدیج کی روایت | ۱۲۳ |
| ۳۶ | نقدی لگان میں زمین کا ٹھیکہ۔ | ۱۲۹ |
| ۳۷ | ارباب علم و نظر کا تبصرہ۔ | ۱۳۳ |
| ۳۸ | مزارعت کی مشروعیت کی دلیل۔ | ۱۴۴ |
| ۳۹ | خیبر اور وادی قریٰ کی فتح۔ | ۱۴۸ |
| ۴۰- | خیبر کی اراضی اور یہود کی حیثیت | ۱۵۳ |
| ۴۱ | اراضی خیبر کی تقسیم۔ | ۱۵۴ |
| ۴۲ | صحابہ اور تابعین کا تعامل۔ | ۱۵۸ |
| ۴۳ | فقہاء کے مسالک۔ | ۱۶۳ |
| ۴۴- | تبصرہ | ۱۶۹ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# مقدمہ

آج بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ اسلام صرف ایک ضابطۂ اخلاق ہے۔ اس کے دامن میں کوئی معاشی اور اقتصادی نظام نہیں جو عملی طور پر آج کے وسعت پذیر معاشرہ اور سوسائٹی میں نافذ کیا جا سکے۔

انسانی تاریخ اس نظریے کی تکذیب کرتی ہے۔ انسان نے ہر دور میں اپنی معاشی و اقتصادی فلاح و بہبود کے لیے مختلف نظام اور طریقے ترتیب دیئے، اپنے معاشی مسائل حل کرنے کے لیے ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ انسان کا لایا ہوا کوئی بھی نظام، اس انسانی مسئلہ کو صحیح اور مکمل طریقہ پر حل نہیں کر سکا۔ کیونکہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین دوام اور مستقبل کے تغیر پذیر تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ دنیا کے قدیم و جدید نظاموں میں آج تک کوئی ایسا نظام نہیں بن سکا جو انسانیت کو خوش حالی و مسرت، عدل و مساوات اور امن و سلامتی کا واضح راستہ دکھا سکا ہو۔

(یہ بات صرف خدا کے بنائے ہوئے نظام ہی میں ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر سکے۔ اور جس کی افادیت اور ہمہ گیری زمان و مکان اور حال و مستقبل کے قیود سے بالا ہو۔)

کم فہم اور کوتاہ نظر ہیں وہ لوگ جو اسلام کو محض ایک ضابطۂ اخلاق سمجھتے ہیں۔ اسلام نے پوری بنی نوع انسان کی معاش اور اقتصاد کو جس متوازن اور بہتر طریقے سے حل کیا ہے ایسا حل دوسرے مذاہب یا مذہب سے آزاد مفکر، مصلح، اور قانون ساز آج تک پیش نہیں کر سکے۔ یہ صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اسلام ہی کا لایا ہوا نظامِ معیشت ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے انسانوں کی طبقاتی کشمکش اور امیر و غریب کے درمیان انتقامی احساسات اور کارروائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔)

زیرِ نظر کتاب میں فاضل محترم جناب مولانا سید محمد امین الحق صاحب نے بڑے محققانہ انداز میں اسلام کے نظامِ معاش، وسائلِ معاش اور نظریاتِ معاش پر کلام کیا ہے۔ خاص طور پر مولانا موصوف نے زراعت اور کاشتکار کی سے متعلق مسائل کو قرآن و سنت اور عملِ صحابہ کی روشنی میں بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے۔ جس سے ان لوگوں کے شکوک بھی کلیتاً ختم ہو جاتے ہیں جو اپنی علمی بے مائگی کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جاگیرداری نظام ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اسلام کے نظامِ معاش کے بارے میں لوگوں کے بہت سے شبہات دور ہو جائیں گے۔ ہمیں خوشی ہے کہ مولانا نے شعبۂ تالیف و مطبوعات اوقاف کو اس کتاب کی اشاعت کا موقعہ عنایت کیا۔!

ناچیز

محمد میاں صدیقی

ریسرچ آفیسر (شعبۂ تعلیم و مطبوعات)

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الذی نوّر قلوبنا بنور العلم والایمان
وانقذنا بالعلم من ظلمات الجهالة والکفران و
هدانا بالاستبصار به عن الوقوع فی عماية الضلالة
والطغیان وانطقنا بالاعتصام به علی سنن الحق والبیان
ومنّ علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم
یتلوا علیهم اٰیٰتِهٖ ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة
وان کانوا من قبل لفی ضلال مّبین ونصلی ونسلم علےٰ
سیدنا وسندنا ومولیٰنا محمّد خاتم النّبیین وعلی اٰلهٖ
واصحابه الطیبین الطاهرین وعلیٰ ائمه الفقهاء
والمحدثین والعلماء الراسخین؛ امّا بعد

مذہب اسلام اپنی عالمگیر جامعیت کے ساتھ کائنات کے ایک ایک شعبہ میں راہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تعلق اگر ایسے امور کے ساتھ ہے کہ دنیا کی حیات کے بعد قیامت کی حیات میں مہلک اور مضر یا مفید اور نجات دہندہ ثابت ہوتے ہیں تو اسلام نے دنیا کی زندگی میں بھی انسانی حیات کو افضل اور قابل تحسین تعلیمات اور ہدایات سے بہرہ ور کیا ہے اور کسی غیر سے استفادہ کا محتاج نہیں چھوڑا ہے۔ اہلِ اسلام اگر آج اپنی حیات میں غیروں کے دست نگر معلوم ہوتے ہیں اور اپنی بہتری غیروں کے دامن کی وابستگی میں خیال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہیں تو ان واہی تباہی اسباب میں سب سے اہم اور مقدم سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے معاشی نظام میں بھی اسلام کے احکام اور ضروری ہدایاتِ حیات سے بیگانہ ہے اور اپنے علم میں قلاش ہے اس لیے افلاس اور غربت کا شکار بن رہا ہے۔ کاش! اہل اسلام اللہ کی کتاب اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کو اپنے معاش میں قائم رکھیں اور یہ دیکھ لیں کہ اسلام نے جس طرح کے اقتصادی نظام کو قائم کرنا چاہا ہے اس کا بدل اور اس سے بہتر کوئی قوم معاشی نظام نہ قائم کر سکی ہے نہ کر سکتی ہے۔ میں اس مختصر تحریر میں معاشی نظام کے متعلق اسلام کے نظریہ کی اختصار کے ساتھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہر ایک مسلمان یہ سوچ لے کہ اس کے پاس بیش بہا ذخائر اور نظام ہائے معاش میں بہتر معاشی نظام کا طریقہ موجود ہے اور اللہ کی کتاب اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت نے اہل اسلام کو کسی غیر کے معاشی نظام سے استفادہ کرنے کا دست نگر نہیں رکھا ہے اور اہل قلم حضرات سے استدعا ہے کہ اس تحریر میں میری لغزشوں سے اغماض اور مشفقانہ اصلاح سے مشکور فرمائیں۔

## معاشی نظام

ہر ایک متنفس میں یہ فطری جذبہ موجود ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوت اور زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مگر انسان کے افراط کا یہ جذبہ معاش و حیات کے وسائل کی کشاکش میں ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے اس لیے قانون فطرت ہر ایک انسان کو اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ایسا صالح معاشی نظام پسند کرتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس کی بنیاد عدل اور حق معیشت کی مساوات پر قائم ہو اور اس کو ایسے انضباط میں رکھنا چاہتا ہے جس میں نہ بالکل مجبور کیا جائے اور نہ بالکل آزاد اور مختار چھوڑا جائے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کے تمرد اور طغیان کی بعض بداعمالیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم عہد سے ایسا طبقہ ضرور موجود رہا ہے کہ دولت اور تمول کے باوجود بھی مسلسل ترقی اور اضافہ کی خواہش رکھتا تھا اور زیادہ سے زیادہ نفع کمائے اور سودہ بازی کی بنیاد پر اس طبقہ کا معاشرہ قائم رہا اور تمام انسانی آبادی کو افلاس اور احتیاج میں الجھانا اس طبقہ کا بنیادی مقصد تھا۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی کی دعوت کے ساتھ ساتھ معاشی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "اے میری قوم! پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت مچاؤ زمین میں فساد" اس قوم میں ظلم و عدوان کا جو رواج اور دستور تھا اس کی اصلاح کا حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو امر فرمایا اور کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف کرنے کی ممانعت فرمائی۔ قوم نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تیری نماز تجھ کو یہ امر کرتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادا یا جو کچھ ہم اپنے اموال میں چاہتے ہیں کرنا چھوڑ دیں (سورہ ہود) حضرت شعیبؑ نے قوم کو نفع کمانے سے نہیں روکا بلکہ آپ نے ان کو اس بات پر توجہ دلائی کہ تمہارے کاروبار میں حلال طریقہ سے تھوڑا سا نفع بھی بہتر ہے اس زیادہ نفع سے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ قوم نے حضرت شعیبؑ کو جواب دیتے میں یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ وہ مال اور دولت کے حصول میں حرام اور حلال کی پابندی سے آزاد ہیں، جس طرح چاہیں دولت حاصل کریں اور جس طرح چاہیں صرف کریں۔ وہ اپنے سرمایہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں آزاد اور خود مختار ہیں اور حضرت شعیب کی حرام اور حلال کی پابندیوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہی وہ قدیم مشرکانہ نظریہ ہے جس نے جدید نظریات میں یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ معاشی نظام کو اس طرح قائم کیا جائے کہ اس کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جائے اور نفع بازی اور فائدہ طلبی کسی حد پر بھی جا کر ختم نہ ہو۔

## سرمایہ دارانہ نظام

یہ نظریہ سرمایہ دارانہ نظام کا بانی اور مؤسس ہے اور اس کے تحت سرمایہ دارانہ نظام پھلتا اور پھولتا ہے اور ایسے نظریات کے یہ بد نتائج ہیں کہ ایسا نظام دولت اور ثروت کے ارباب کو زیادہ بلند کرتا ہے اور دوسری تمام انسانی آبادی کو غربت اور افلاس کے گڑھے میں پھینکتا ہے اور نیز اس طرح کے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ایسی آزاد اور مختار ملکیت پر ہے کہ حرام اور حلال کے امتیاز جائز اور ناجائز کا فرق کیے بغیر جس طرح ممکن ہو مال اور دولت کو جمع کر لیا جائے اور دولت و ثروت کی طاقت سے جس طرح زیادہ سے زیادہ نفع ممکن ہو حاصل کیا جائے اور اس نفع میں مزدور اور محنتی کو جس قدر ممکن ہو کم سے کم دیا جائے۔ سرمایہ دار کی حکومت اور اس کی برتری کے شکنجہ سے کسی وقت بھی مزدور اور محنتی کے لیے باہر نکلنا ممکن اور آسان نہ رہے گا۔ اور اس نظام کی اہم بنیاد سود پر قائم ہے۔ تمام بنک اور سودی کاروبار کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسرے شعبے اسی نظام کی تائید کے لئے ہیں اور غیر محدود سرمایہ کی فراہمی اس سرمایہ دارانہ نظام کا مقصود دیبات ہے اور اس نظام میں دولت کے حاصل کرنے کے لئے کسی قسم کی مذہبی اور اخلاقی پابندی نہیں ہے سود ہو یا قمار بازی جس طرح بھی ہو دولت حاصل کرنی چاہیئے اور اسی طرح اسی نظام میں دولت کے خرچ کرنے میں بھی مذہبی اور اخلاقی پابندیاں کا التزام نہیں ہے جس طرح کے عیش و عشرت کے لئے جس قدر چاہو دولت کو خرچ کرو اور دولت کی فراوانی سے عالمی سیاست پر قبضہ کرلو اور اس نظام کے بالمقابل اشتراکی نظام کا دوسرا نظریہ ہے۔

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES
13459
26-2-78
UNIVERSITY LAHORE

## اشتراکیت

غیر سرمایہ دارانہ طبقات جب سرمایہ داروں کے مظالم اور تشدد سے تنگ آئے اور سرمایہ داری کے استبداد سے مجبور اور لاچار ہو گئے اور سرمایہ داری سے اس قدر متنفر اور بیزار ہو گئے تو جوش عداوت اور فرط نفرت میں سرمایہ داری سے انتقام کے لئے انفرادی اور شخصی ملکیت کو ممنوع قرار دیا۔ ملک سے انفرادی ملکیت کا خاتمہ کرنا چاہا۔ ملک کی تمام دولت کو قومی ملکیت کہا۔ قومی خزانہ کو ملک والوں کا رزاق قرار دیا۔ ملک کی تمام دولت کو مساویانہ طور پر تقسیم کرنے کو مقصد قرار دیا اور اس نظریہ میں حصول مقصد کے لئے تمام جھوٹ اور مکر و فریب جائز قرار دیا۔ خود ہمارے ملک میں ایسے بر خود غلط لوگ موجود ہیں۔ جو مارکس اور لینن کے ساتھ دینی رشتہ جوڑنے کے لئے اس اشتراکیت کی نظام کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں۔

## قرآن شریف اور جدید نظریات

قرآن شریف ایسے اسباب و وسائل کو برداشت نہیں کرتا جنہوں نے معاشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



استحصال کا موقع پیدا کیا اور جو بنی نوع انسان میں ظلم و استبداد کی راہیں کھولتے ہیں۔ اور کسی خاص فرد یا طبقہ کو دولت سمیٹنے اور معیشت کے نظام پر قابض آنے کی سہولت دیتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن شریف کسی خاص طبقہ یا فرد کی ثروت کو جائز نہیں جانتا ہے۔ قرآن شریف تمام ایسی راہوں کو کھولتا ہے جن سے ارباب ثروت کی دولت اہل حاجت کو پہنچتی ہے۔ قرآن شریف تمام ایسی تدبیریں اور حالات پیدا کرنے کو روکتا ہے جن سے خاص فرد یا طبقہ مخصوص ہوتا اور اس کی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور اہل حاجات کو دولت پہنچنے کی راہ بند ہوتی ہے۔

قرآن شریف میں (سورۃ الحشر میں) ارشاد فرمایا گیا ہے۔ "جو مال ہاتھ لگا دیا اللہ نے اپنے رسولؐ کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے"۔ جنگ اور مقابلے کے بغیر تمام مفتوحہ علاقوں اور بستیوں کو حاصل کیا ہوا فے مذکورہ مصارف میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح کہ بنی نضیر کے اموال عام مسلمانوں کے مصالح کی تکمیل اور رفع حاجات و ضروریات میں تقسیم کر دیئے گئے تھے اور مذکورہ آیت میں قرآن شریف نے عام مسلمانوں کے مصالح کی تکمیل اور رفع ضروریات میں فئی کے تقسیم کر دینے کی یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ ان اموال میں قوم کے یتیموں محتاجوں بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری اور عام اسلامی ضروریات کی انجام دہی ضروری ہے۔ ثروت و دولت محض دولت مندوں کے الٹ پھیر کا سرمایہ اور ان کے لئے مخصوص جاگیر نہیں ہے کہ سرمایہ دار مزے لوٹیں اور مذکورہ مصارف محتاج اور نامکمل رہیں اور فاقہ پر فاقہ برداشت کریں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ای جعلنا هذہ المصارفة لمال الفیئ یکیلا یبقی مأکلة یتغلب علیها الاغنیاء ویتصرفون فیها بمحض الشہوات والاراء ولا یصرفون منہ شیئًا الی الفقراء۔

ہم نے مال فیئ کے لئے مذکورہ مصارف اس لئے مقرر اور متعین کر دیئے ہیں تاکہ اموال صرف دولت مندوں کے لئے سامان کھانے پینے کی متاع نہ بن جائے کہ وہ محض شہوات اور آراء سے ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں اور اہل ضرورت اور مصالح عامہ کی تکمیل کے لئے ان سے کچھ نہ لیا جائے (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۳۶ ج ۴) سید آلوسیؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مذکورہ مصارف پر قرآن شریف اس لئے اموال کے تقسیم کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اموال صرف دولت مندوں اور ارباب ثروت کے لئے مخصوص نہ کئے جائیں اور مسلمانوں کے مصالح عامہ اور ارباب حاجت کو ضرورت کی تکمیل اور رفع حاجات سے محروم نہ رکھا جائے (روح المعانی سورۃ حشر صفحہ ۴۳) اور سورۃ حشر میں مذکورہ آیت کے بعد قرآن شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مال فیئ سے عام مسلمانوں کی ضروریات اور حوائج متعلق ہیں۔ لیکن خصوصی طور پر ایسے ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسولؐ کی محبت میں اپنے گھر بار اور مال و دولت کو خیرباد کہا اور مسلمانوں کی نصرت اور تعاون اور ایمان و عرفان کی راہوں پر جمے رہے۔ اور ایسے قدیم الاسلام مخلصین کے بعد عالم وجود میں آئے اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ غرض یہ کہ اموال فیئ کسی خاص فرد یا خاص طبقہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ عام مسلمانوں کے حوائج مہاجرین انصار اور ان کے بعد اسلام کے حلقہ بگوش ہونے والے تمام لوگ ان میں شریک اور برابر کے حقدار ہیں۔ قرآن شریف میں "والذین جاءو امن بعدھم" کا "والذین"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اتبعوا الدار والایمان کی طرح للفقراء المہاجرین پر عطف ہو رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مہاجرین اور انصار کی طرح فئی کے اموال ان لوگوں کے واسطے ہیں جو (مہاجرین اور انصار کے بعد) یہ کہتے ہوئے آئے "اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں" غرض یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کا یہ حق ہے کہ مسلمانوں کے اموال اور ان کی دولت میں وہ شریک ہیں اور مسلمانوں کے اموال سے ان کی لازمی اور ضروری حاجات کو پورا کر دیا جائے گا۔ اور دولت کی تقسیم کو ایسے طریقہ سے روکا جائے گا۔ جس میں مسلمانوں کے کسی طبقہ یا حلقہ کو حصہ رسدی نہیں پہنچتا۔ بلکہ مسلمانوں کی ذمہ دار شخصیت کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے اموال کو انضباط کے ساتھ اس طرح محفوظ کر دے جس سے عامۃ المسلمین مستفید ہو سکیں۔

## مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری

چنانچہ حضرت عمر سے صحابہ نے عراق اور شام کی زمین کے بارہ میں یہ مطالبہ کیا کہ مفتوحہ زمین کو ان پر تقسیم کریں اور ان کو عراق کی اراضی کا مالک بنا دیا جائے۔ حضرت بلالؓ اور حضرت زبیرؓ کو اس مطالبہ پر اصرار تھا اور حضرت عمرؓ یہ کہہ کر اراضی کی تقسیم کا اور ان کو مالک بنانے کا انکار کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ آج اس زمین کو میں تقسیم کر دوں اور تم کو اس کا مالک بناؤں اور تمہارے بعد تمہاری اولاد اس کو میراث میں حاصل کرے تو میں آنے والے مسلمانوں کو کیا جواب دوں گا اور میرے پاس ان کو دینے کے لئے کیا ہوگا۔ سرحدوں شہروں اور ملکوں کے انتظامات، لشکروں کی ضروریات اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حاجات اور دیگر غربا کی ضروریات کے لیئے میرے پاس کثیر آمدنی کہاں سے آئے گی لہذا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ اس زمین کی آمدنی تمام مسلمانوں کی ضروریات اور مذکورہ بالا حاجات کے لئے ہے۔ جب صحابہؓ کا اصرار اور اختلاف حد سے بڑھ گیا تو حضرت عمرؓ نے جلیل القدر صحابہ کی مجلس مشاورت میں اس مسئلہ کو پیش کیا۔ اور فرمایا "میں تمہاری طرح ایک فرد ہوں اور تم کو آج حق کا فیصلہ کرنا ہے۔ بعضے میری رائے کے مخالف ہیں اور بعضے موافق اور میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم میری خواہش کی پیروی کرو تمہارے پاس خدا کی دی ہوئی سچی کتاب ہے جو حق کو واضح کرتی ہے۔ بخدا! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں بجز حق کے ارادہ کے میرا کوئی دوسرا ارادہ ہرگز نہیں ہے" جن حضرات صحابہؓ کو عراق کی اراضی کی تقسیم کرنے کا مطالبہ پر اصرار تھا وہ کہہ رہے تھے جس زمین کو اللہ نے ہماری تلواروں کے ذریعہ ہمیں دلایا ہے آپ اس کو ایسے لوگوں پر اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کے لئے روکتے ہیں کہ وہ اس جنگ میں شریک نہیں تھے اور نہ اس میں شہید ہوئے!" اور حضرت عمر نے اس کے جواب میں صرف اس قدر فرمایا یہ میری رائے ہے۔ مگر ان کی شمشیر زنی اور میدان جنگ میں ان کی شجاعت اور فتح مندی پر حضرت عمرؓ نے ان کی قدر افزائی کی اور استحقاق حق پر قطعاً توجہ نہیں فرمائی اور حضرات صحابہؓ نے حضرت عمرؓ سے دوسرے حضرات ارباب رائے سے استشارہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انصار خزرج میں سے پانچ پانچ جلیل القدر حضرات صحابہ کو اس بارہ میں مشورہ کے لئے بلایا۔ اور فرمایا میں مسلمانوں کے حقوق کے تلف کرنے اور ان پر ظلم کرنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور ملکی اور ملی مصالح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اراضی کسریٰ کے علاوہ شاید دوسری ایسی فتوحات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہ ہوں جن سے ملکی سیاسی انتظامات اور اہل حاجات کی ضرورت کی تکمیل کر سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ سواد کی زمینیں تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دوں اور اراضی میں کام کرنے والوں پر خراج مقرر کر دوں اور ان سے محصول وصول کر دوں۔

## اہل شوریٰ کا فیصلہ

شوریٰ کے تمام حضرات نے حضرت عمرؓ کی رائے کی صحت پر بغیر کسی اختلاف کے اتفاق کیا اور حضرت عمرؓ نے اس اہم بحث میں یہ بھی فرمایا "میرے پاس میری رائے اور عزم کے لئے قرآن شریف کی حجت ہے" اور سورۃ الحشر کی مذکورہ بالا آیات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا "اللہ نے مصارف مذکورہ کے ساتھ مہاجرین کو فیئ اور غنیمت میں حق دیا ہے اور حق تعالیٰ صرف اس پر راضی نہیں ہوئے بلکہ مہاجرین کے ساتھ انصار کو بھی فیئ اور غنیمت کے حق میں شریک کیا اور صرف اس پر اکتفا کرنے سے بھی حق تعالیٰ راضی نہیں ہوئے۔ بلکہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کے بعد آنے والوں کو بھی حق لینے میں شریک کیا ہے۔ لہٰذا یہ ان تمام حضرات عامۃ المسلمین کی دولت ہے میں اس کو تقسیم نہیں کروں گا اور کسی ایک فرد یا کسی خاص طبقہ کو ہرگز اس کا مالک نہیں بناؤں گا۔"

حضرت عمرؓ کے اس بیان کے بعد تمام حضرات نے تقسیم اراضی کا مطالبہ چھوڑا اور قرآن کے ارشاد کے مطابق سواد کی سرزمین عامۃ المسلمین کی دولت قرار دی گئی۔

امام ابو یوسف متوفی سنہ ۱۸۲ھ حضرت عمرؓ کو اس فیصلہ کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ کا یہ عمل کہ مجاہدین اور فاتحین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے درمیان اراضی کو تقسیم کرنے سے آپ نے انکار کر دیا۔ اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن شریف کی آیات سنائیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ تھا اور اسی میں مسلمانوں کی بھلائی تھی اور خراج کا جمع ہونا اور اس کا مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہونا اجتماعی مفاد کے اعتبار سے تقسیم اراضی کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر اور مفید تھا (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۵-۲۷) اور اسی طرح اسی کتاب کے ص ۳۵ پر بھی مذکور ہے۔ اور یحییٰ بن آدم متوفی سنہ ۲۰۳ھ لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا آؤ اکٹھے ہو جاؤ سوچ لو کہ یہ اموال کن حضرات کا حق ہو سکتا ہے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا میں قرآن شریف کی آیات سناتا ہوں اور اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ نے سورۃ الحشر کی مذکورہ آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا ہر ایک مسلمان کا سوا غلام کے اس مال میں حق ہے" (کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم ص ۴۲)

حجۃ الاسلام ابوبکر الرازی الجصاصؒ (متوفی سنہ ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور صحابہ کی دوسری جماعت سے تقسیم اراضی کے بارہ میں مشورہ کیا اور ان تمام حضرات نے ترک تقسیم اراضی اور ان پر کام کرنے والوں کی بحالی اور ان سے خراج لینے کا مشورہ دیا اور سورۃ الحشر کی آیات سے حضرت عمرؓ کے احتجاج کرنے پر تمام حضرات نے حضرت عمرؓ سے موافقت کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے صرف اغنیاء کے آپس میں لینے دینے سے دولت کے نکالنے کے لئے قرآن شریف کی آیت کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم سے ترک تقسیم اراضی کے لئے احتجاج کیا اور فرمایا اگر میں اراضی کو تقسیم کر دوں اور میدان جنگ کے مجاہد غانمین کو مالک بنا دوں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اراضی اور دولت کو صرف اہل ثروت میں لینے دینے کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مخصوص کر دیا ہے۔ جس کو قرآن شریف مذکورہ آیت میں منع کرتا ہے۔ اور کسی ایک صحابی نے بھی حضرت عمرؓ کے مذکورہ نظریہ کے لیے قرآن شریف کی مذکورہ آیت سے احتجاج کرنے میں مخالفت نہیں کی ہے۔ اگر حضرت عمرؓ کا مذکورہ نظریہ حضرات صحابہؓ کو تسلیم نہ ہوتا اور ان کے لیے قرآن شریف کی مذکورہ آیت کے احتجاج کرنے میں کچھ بھی پس و پیش ہوتی تو حضرات صحابہؓ حضرت عمرؓ سے سو فیصدی اتفاق ہرگز نہ کرتے" (احکام القرآن الجصاص ج۳ ص۵۲۱)

سید آلوسیؒ لکھتے ہیں "اور ایسی حقیقت واقعی جس کی اخبار صحیحہ خبر دیتی ہیں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے سورۃ الحشر کی آیات کا تقاضا پورا کیا اور سورۃ الحشر کی آیات کو عامۃ المسلمین کے لیے قابل عمل سمجھا اور حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ حضرت بلالؓ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ کے مقابلہ پر جب کہ انہوں نے سواد عراق کی اراضی سرفروش عاملین پر تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ سورۃ الحشر کی آیات سے احتجاج کیا اور حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ بلکہ مخالفین نے بھی عامۃ المسلمین کے لیے مذکورہ آیت سے احتجاج کرنے میں موافقت کی" (روح المعانی تفسیر سورۃ الحشر ص۴۶)

غرض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی اجتماعی دولت کے لیے جو نظریہ قائم کیا گیا تھا کہ وہ صرف ایسے اہل ثروت حضرات کے لیے نہیں ہے جن سے ان کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ وہ مسلمانوں کا ایسا سرمایہ ہے جس سے ملک و ملت کے سیاسی انتظامات اور قوم کے اہل حاجات کی تکمیل پوری ہوگی اور اس نظریہ کے لیے امت محمدیہ کے امی امین حضرت عمرؓ نے قرآن شریف سے دلائل پیش کیے اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نظریہ کی اصابت اور قرآن شریف کی آیات سے اس کے لئے حضرت عمرؓ کے احتجاج کرنے میں عزم عمرؓ سے موافقین اور مخالفین تمام صحابہؓ نے اتفاق کیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن شریف اپنے نظام میں ہر ایک فرد یا جماعت کو معیشت کے نظام پر قابض اور مسلط ہونے سے باز رکھتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف کسی فرد اور جماعت کے لئے ثروت اور دولت کو مخصوص کرنا نہیں چاہتا اور اہل نمول کی دولت کو زیادہ سے زیادہ اور بلند سے بلند تر بنانا اس کے معاشی نظام کے مخالف اور متضاد اقدامات ہیں۔ بلکہ قرآن شریف عامۃ المسلمین کی ضروریات زندگی فراہم کرنے قوم کی احتیاج دور کرنے اور ملکی مصالح کی تکمیل کے لیے امرائے امت پر کچھ ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ اور آپ کے تمام رفقائے کار حضرات صحابہؓ کے اجماع نے جنگ اور مقابلہ کے میدان میں ارباب تیغ و سناں کی داد شجاعت کو ان کی ثروت میں اضافہ کرنے کے لئے استحقاق کا سبب نہیں جانا ہے بلکہ ملک اور قوم کے افراد کی ملک میں معیشت کے اسباب و وسائل میں اضافہ کرنے کو عامۃ المسلمین رکھنے کو محتاج اور مفلس اور ملک کے انتظامی استحکامات کو ناکمل رکھنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس لیے ملک اور قوم کے امراء کو تمتی اور عطایا میں ملک اور قوم کی دولت کو تقسیم کرنے میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے اور جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کے لئے اسلام کے معاشی نظام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے اس طرح اشتراکیت کے نظام کو بھی اسلام کا معاشی نظام ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اشتراکیت کا سب سے پہلا اور اہم اصول ذاتی ملکیت کا انکار کرتا ہے۔ اشتراکیت انفرادی ملکیت کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے اور کسی فرد کو بھی دولت پر خود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مختارانہ تصرف کرنے کا حق نہیں دیتی اور کسی آسمانی مذہب کی قائل نہیں۔ اشتراکیت نے اپنا قبلہ صرف شکم پروری کو قرار دیا ہے۔ اس گروہ کے تمام مسائل زندگی کا مبدا اور منتہا صرف پیٹ ہے۔

## اسلامی نظام

اسلامی نظام اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان ایک معتدل راہ ہے۔ اسلام شخصی اور انفرادی ملکیت کو ثابت اور جائز قرار دیتا ہے اور اس بنیاد پر اس میں شرعی احکام کو قائم کرتا ہے اور صرف اس قدر نہیں بلکہ انفرادی ملکیت کو واجب الاحترام بھی قرار دیتا ہے اور کسی کے لئے بھی اس میں تعدی اور دست درازی کو جائز قرار نہیں دیا۔ قرآن شریف عشر اور خراج کے نظام میں فرائض کی تقسیم اور یتیموں کے اموال کی حفاظت اور وصیت کی اجازت کے احکام میں شخصی اور انفرادی ملکیت کو صحیح اور ثابت تسلیم کرتا ہے۔ قرآن شریف مذکورہ احکام میں اشتراکیت کے اصول کی تکذیب اور انکار کرتا ہے۔ اگر قرآن شریف شخصی اور انفرادی ملکیت کو ثابت نہ رکھتا تو قرآن شریف کے مذکورہ احکام کی بنیاد کیونکر قائم ہوتی ... اور بیع و شرا خرید و فروخت کو قرآن شریف کیسے صحیح تسلیم کرتا۔ اسلام ذاتی اور انفرادی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس میں تعدی اور دست درازی کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن شریف نے ارشاد فرمایا (اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور نہ بدلو برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے) یتیم کے ولی اور سرپرست کو حق تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر دیں اور یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لے کر گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھائیں۔ قرآن شریف نے ارشاد فرمایا (اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت کر آپس کی خوشی سے) کسی کو کسی کا مال ناحق کھا لینا چوری اور دغا بازی سے کھانا ہرگز درست نہیں ہے۔ البتہ بیع و شرا میں باہمی رضامندی میں جائز طریقہ سے کسی کے مال لینے کی ممانعت نہیں ہے۔

## اہل دولت کے اموال میں دوسروں کے حقوق ہیں۔

اسلام نے ذاتی ملکیت کو جائز قرار دیا ہے مگر اموال و دولت میں دوسروں کے حقوق اور فرائض بھی عائد کئے ہیں۔ اسلام نے ذاتی ملکیت کو اس قدر آزاد اور مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کے لیے کسی قسم کا حق باقی نہیں رہا۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے (اور ان کے مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا)۔ دولت مند کی دولت میں سائل اور محتاج دونوں کا حق ہے اور قرآن شریف میں ارشاد ہے (اور جن کے مال میں حصہ ہے مانگنے والے اور محتاج کا)۔ اسلام شخصی ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے۔ مگر ناجائز طریقوں سے دولت حاصل کرنے کو منع کرتا ہے اور عیش و عشرت اور خدا تعالیٰ کی معصیت میں مال کے خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ رفاہ عام صلہ رحمی یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے میں ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے میں ذوی القربیٰ اور پڑوسیوں کے حقوق کے ادا کرنے میں دولت مندوں کو اسلام نے مال کے خرچ کرنے پر مامور فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے (اور قرابت والے کو اس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حق دے دو اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اڑاؤ فضول) قرابت والوں کے اور محتاج اور مسافر کے مالی حقوق ادا کرو اور ان کی خبر گیری رکھو اور مرخدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت خرچ کرو۔ فضول خرچی معاصی اور لغویات میں خرچ نہ کرو۔ کہ آگے چل کر یہ بے جا انفاق حقوق کی تفویت اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔ قرآن شریف کے اس طرح کے احکام بدیہی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ذاتی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر اس میں اہل ضرورت ارباب حاجات کے لئے بھی حقوق رکھتا ہے اور اموال کے صرف کرنے میں پابندی بھی عائد کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام شعبیؒ حضرت مجاہدؒ اور حضرت طاؤسؒ وغیرہ حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ نے فرمایا کہ دولت مند کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔ میں ضحاک بن مزاحم کے سوا اس کے خلاف کسی کہنے والے کو نہیں جانتا (المحلی ابن حزمؒ ص ۱۵۸/۶) اور ابن ابی شیبہؒ حضرت ابراہیم النخعیؒ حضرت مجاہدؒ بیان بن عامرؒ ابن عمرؓ حضرت عطاءؒ حضرت حسنؒ سے یہ روایت کرتے ہیں ان تمام حضرات نے فرمایا ہے کہ ایک مال دار کی دولت میں زکوٰۃ کے سوا بھی حقوق ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۹۰/۳۰۷ مطبع اندرا پردیش حیدر آباد دکن) اسلام معاشی نظام میں اہل ثروت پر صدقات واجبہ کے علاوہ اہل ضرورت کے لئے حقوق قائم کرتا ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام سرمایہ دارانہ نظام کو قطعاً پسند نہیں کرتا اور اشتراکیت کی طرح دولت حاصل کرنے والے کو اپنی دولت صرف کرنے اور اپنی کمائی کے مالک بننے سے مفلوج اور محروم نہیں کرتا۔ بلکہ ارباب ثروت کو مالک تسلیم کرنے کے باوجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صدقات واجبہ کے علاوہ اہل حاجات کے مصارف میں انفاق کرنے پر مامور کرتا ہے اور ان کو یہ اختیار دیتا ہے کہ اپنے اختیار اور تصرف میں اپنی دولت کو خرچ کرے اور اس کو اپنے لئے مخصوص اور خزانہ نہ بنائے۔

## معیشت کے حق میں مساوات ہے

اسلام دولت مندوں کی ثروت کو جائز قرار دیتا ہے اور کسی دولتمند پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتا مگر اس کے ساتھ نفس معیشت میں بنی نوع انسان کے ہر فرد کو دولت مندوں کے ساتھ مساوی اور برابر کا حق دیتا ہے اور اسلام کسی انسانی فرد کا نفس معیشت اسے محروم رکھنا برداشت نہیں کرتا ہے۔ سورۃ الحشر میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے (جو مال ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے تاکہ نہ آئے لیتے دیتے میں دولت مندوں کے تم میں سے) سابق صفحات میں آپ نے یہ پڑھ لیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد کی تقسیم کا مطالبہ کرنے والوں کے مقابلہ پر سورۃ الحشر کی آیات سے سواد کے تقسیم نہ کرنے کے لئے احتجاج کیا تھا اور حضرت عمرؓ کے اس احتجاج کرنے پر تمام مخالفین اور موافقین حضرات صحابہ کے اتفاق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف معیشت کے حق کو نسل انسانی کے تمام افراد کے لئے مساوی طور پر برقرار رکھتا ہے اور کسی کو بھی حق معیشت کی مساوات میں دخل انداز ہونے کا حق نہیں دیتا۔ ورنہ جن حضرات نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے سواد عراق اور شام کی اراضی کو سر فروشانہ قربانیوں میں بزور شمشیر حاصل کیا تھا۔ ان حضرات کے علاوہ عراق اور شام کی اراضی سے دوسرے ایسے حضرات آنے والوں کو جو مذکورہ فتوحات میں شریک نہیں تھے معیشت حاصل کرنے کا حق ہرگز نہ دیا جاتا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ سواد کا علاقہ بزور شمشیر فتح ہوا۔ اور مجاہدین میں اس لئے تقسیم نہیں کیا گیا کہ ان میں تمام مسلمانوں کا حق تھا۔ سلیمان بن لیسار فرماتے ہیں حضرت عمر نے سواد کا علاقہ ان لوگوں کے لئے محفوظ رکھا۔ جو مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحم میں ہیں اور اہل عراق کو ذمی قرار دیا (فتوح البلدان باب فتوح السواد ص ۳۸۳) غرض یہ ہے کہ امنائے امت کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ مصلحت عامہ اور اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ حکمت میں اگرچہ رزق کے اعتبار سے تفاضل اور تفاوت درجات پایا جائے لیکن اس تکوینی تنوع کے باوجود بھی بنی نوع انسان کا کوئی فرد معیشت کے حق سے محروم نہ رہنے دیا جائے۔ اور اہل ثروت کی دولت میں اضافہ کرنے پر مزید التفات اور توجہ نہ کی جائے۔

## معیشت کے اساسی اُصول

قرآن شریف نے معاشیات کے اساسی اصول میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے اور کسی قسم کی قید اور تخصیص کے بغیر قرآن شریف نے اس بحث میں ہر ایک فرد بشر کو مخاطب کیا ہے کہ معیشت کے اسباب و وسائل حق تعالیٰ کی ایسی عطا اور بخشش ہے جس سے نسل انسانی کے ہر ایک فرد کو معاش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حاصل کرنے اور فائدہ اٹھانے کا حق دیا گیا ہے۔ قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق آہ! ترجمہ (اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے اپنی روزی ان کو جن کے مالک ان کے ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں) اللہ کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر ہے۔ البتہ اللہ کی تکوینی حکمت بالغہ نے احوال اور استعداد کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا اور کسی کو ان کے نیچے اور قوت لایموت پر رکھا ہے۔

سید آلوسیؒ سورہ النحل کی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ جن کو حق تعالیٰ نے رزق میں بڑائی دی ہے وہ اپنے سے نیچے والوں کو رزق میں بڑائی نہیں دینا چاہتے کہ وہ بھی ان کے برابر ہو جائیں لیکن حق تعالیٰ ان کو رزق دینے والے ہیں۔ اصل رزق میں دونوں برابر ہیں۔ البتہ ان کے رزق میں کیف اور کم کا فرق ہے اور صاحب کشاف مذکورہ آیت کی مراد کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ نے تمہیں رزق میں متفاوت رکھا ہے (اور یہ اللہ کی تکوینی حکمت ہے مگر تم تشریعی امور پر مکلف کر دیے گئے ہو) اور تمہارے نیچے تم سے رزق میں مفضول تم جیسے انسان اور تمہارے بھائی ہیں تمہیں چاہیئے کہ فاضل رزق ان کو پہنچا دو تاکہ وہ تمہارے ساتھ برابر ہو جائیں۔ اور ان کی معیشت تمہاری معیشت کے مساوی ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت ابوذرؓ نے کہا ہے کہ ارباب ثروت اپنے فاضل اموال سے ارباب احتیاج کو اپنی معیشت میں برابر کریں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ وہ تمہارے بھائی ہیں ان کو ایسا پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ایسا کھلاؤ جیسا تم کھاتے ہو۔ حضرت ابوذر رض اپنے اور اپنے غلام کے ازار اور رداء میں فرق نہیں کرتے تھے (روح المعانی سورۃ النحل ص۲۱۷)

سورۃ حم سجدۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے (اور رکھے ہیں اس میں زمین میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں برابر ہے پوچھنے والوں کو) اللہ نے زمین کے اندر قسم قسم کی کانیں وغیرہ رکھی ہیں اور معیشت کے طرح طرح کے ذرائع زمین سے نکلتے ہیں۔ اور زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں خاص انداز اور حکمت سے زمین کے اندر رکھ دی ہیں اور ہر ملک کے باشندوں کے طبائع اور ضروریات کے مطابق ان کی خوراکیں زمین کے اندر سے مہیا کر دی ہیں۔ اور زمین کے اندر خدا کی یہ معیشت کی ودیعتیں تمام حاجت مندوں کی تکمیل حاجات کے لئے برابر ہیں۔ ہر ایک ضرورتمند کو خدا کی ودیعتوں سے استفادہ کرنے میں برابر کا حق دیا گیا ہے روح المعانی میں سورۃ حم سجدہ کی تفسیر میں ص۹۷ پر بعض اہل علم سے مذکورہ آیت کی یہی تفسیر مذکور ہے جو میں نے لکھ دی ہے۔

حافظ ابن کثیر رح اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں زمین میں ودیعت کی ہوئی خوراکیں سب کے لیے برابر ہیں اور تمام حاجتمندوں کو زمین سے استفادہ کرنے کا مساوی حق دیا گیا ہے۔ اور اس آیت کی یہ تفسیر سورۃ ابراہیم میں مذکورہ آیت کے متشابہ اور موافق ہے۔ سورۃ ابراہیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے (اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں اور نہریں تمہاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تابع کر دیں اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا جو ہمیشہ چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو تابع کیا اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی) غرض یہ کہ یہ تمام چیزیں تمہارے قبضہ اور تصرف میں نہیں ہیں کہ جیسے چاہو اور جدھر چاہو ان کی قدرتی حرکت اور تاثیر کو پھیر دو تاہم ان چیزوں کے اثرات سے تمہیں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں اور جن چیزوں کی تمہیں حاجت تھی اور تم نے مانگی ان میں ہر چیز کا جس قدر حصہ اللہ کی حکمت اور مصلحت کے موافق تھا تم سب کو دیا ہے۔ بنی نوع انسان نے اپنی ضروریات اور حاجات کو اللہ سے مانگا اور حق تعالیٰ نے زمین میں انسان کی روزی ودیعت کی اور نسل انسانی کے ہر ایک فرد کو اپنی حاجت اور ضرورت کے مطابق اللہ کی ودیعتوں سے استفادہ کرنے کا مساوی حق دیا۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی فرد کے حق معیشت کو اس سے روک دے۔ اور اسی طرح سورۃ بقرہ کی ابتدا میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے (اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا ہے) اس آیت میں لکم کی لام تعلیل اور انتفاع کے لیے ہے۔ تمام زمین کی تمام اشیاء تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں تاکہ تم ان سے نفع اٹھاؤ۔ کل زمین سے کل افراد انسانی کو فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ اگرچہ بعض زمین بعض افراد کے لیے بلحاظ ملک اور بلحاظ انتفاع مخصوص ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی نے کسی زمین کو آباد کیا اور کارآمد بنا لیا تو وہ زمین اس کے انتفاع کے لیے مخصوص ہے اور یہ اختصاص اس کا ملک ہے اور اس کے خصوص انتفاع کا سبب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ اس آیت
توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اکر جملہ اشیائے عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان
خلق لکم ما فی الارض جمیعا تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی
غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس ہے اور کوئی
شئے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شئے اصل خلقت میں جملہ ناس
میں مشترک ہے اور من وجہہ سب کی مملوک ہے اور بوجہ رفع نزاع وحصول
انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شئے پر ایک شخص کا
قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست اندازی
نہیں کر سکتا ہاں خود مالک اور قابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر
قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالہ کر دے کیوں کہ باعتبار اصل اوروں
کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت
سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوا گو زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور انبیاء و صلحاء اس
سے بغایت مجتنب رہے۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے
بلکہ بعضے صحابہؓ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد جمع رکھنے کو حرام ہی
فرمایا۔ بہرکیف غیر مناسب اور خلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں
سو اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجت سے اس کی تو کوئی غرض متعلق
نہیں اور اوروں کے ملک من وجہہ اس میں موجود۔ تو گویا شخص مذکور من وجہہ
مال غیر پر قابض اور متصرف ہے اور اس کا مال بعینہٖ مال غنیمت کا سا
تصور کرنا چاہیے وہاں بھی قبل تقسیم یہی فقہہ ہے کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین
کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ رفع ضرورت و حصول انتفاع بقدر حاجت
ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چاہیے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔
(ایضاح الادلہ ص۲۶۳)

## جملہ اشیاء تمام لوگوں کے انتفاع کے لیے ہیں

حضرت شیخ الہند کی مذکورہ عبارت سے مراد یہ ہے کہ زمین ہو یا غیر زمین اس کی پیدائش سے حق تعالیٰ جملہ لوگوں کے حوائج کو رفع کرنا چاہتا ہے اور تمام لوگوں کے حوائج کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزیں پیدا فرما دی ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی تھی اور کوئی شخص بھی کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ آخر جب یہ مالک نہ تھا اور مالک بنتا ہے تو کیسے بنتا ہے البتہ جس قابل انتفاع چیز پر کسی کا درست قبضہ ہے تو اس کا قبضہ اس کی ملک کے لیے علت قرار دیا گیا ہے اور اگر قابض نے اپنی حاجت سے زیادہ اپنے ملک اور اپنے قبضہ میں رکھنا چاہا تو اس کی رفع حاجت سے زائد کے ملک میں اس کے ساتھ اور بھی شریک ہیں تو وہ درحقیقت ضروریات اصلیہ کے زائد سے انتفاع کرنے اور قبضہ رکھنے میں دوسروں کے ملک کو اپنے قبضہ اور ملک میں رکھنا چاہتا ہے اور ایسا کرنے کا اس کو حق نہیں دیا جاتا بلکہ اس کی حاجت سے زائد اشیاء دوسروں کی حاجات کے ارتفاع اور ضروریات کی تکمیل میں صرف کرنے پر وہ مامور فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس قوت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں تو وہ فاضل سامان کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس خورد و نوش کا سامان حاجت سے زائد ہے تو وہ فاضل سامان کو نادار اور حاجتمند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو دے دے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح مختلف انواعِ مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔
(صحیح مسلم ص ۸۱ ج ۲ کتاب اللقطہ)

حافظ ابن حزم رحؒ اس حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں ابو سعید خدری رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس امر کی خبر دے رہے ہیں اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور حضرت عمر رضؓ نے فرمایا جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور ضرورتمندوں کی فاضل دولت کو لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا اور حضرت علی رضؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حالت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا لازم حق نہیں ادا کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن محاسبہ کرے گا اور ان کو عذاب دے گا (المحلی ص ۱۵۸ ج ۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد اور حضرت عمر رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے فاضل اموال جمع کرنے اور خزانہ بنانے اور دولت مند بننے کے لیے نہیں ہیں بلکہ فاضل اموال کو حاجت مندوں کی ضروریات میں صرف کرنے پر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت نے دولتمندوں کو مامور فرمایا ہے اور مسلمان فرمانروا کا یہ فرض اور ذمہ داری ہے کہ دولتمندوں کے فاضل اموال کو حاجتمندوں کی ضروریات پر تقسیم کر دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ حافظ ابن حزم رح لکھتے ہیں ( اور ہر ایک بستی کے دولتمندوں پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ فقراء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور ملک کا سربراہ فرمانروا دولتمندوں کو فقراء کی معاشی زندگی کی کفالت کے لیے مجبور کرے اگر بیت المال کی آمدنی ان کی معاشی کفالت نہیں کر سکتی تو مسلمان بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ دولتمندوں کو فقراء کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اپنے اموال سے خرچ کرنے پر مجبور کر دے۔ فقراء کے اسباب زندگی میں کم از کم اتنا انتظام ضروری ہے کہ ان کے لیے ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو اور سردی اور گرمی دونوں موسموں کے لحاظ سے گرمی اور سردی کا لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش گرمی دھوپ اور سیلاب سے محفوظ رکھے۔ (المحلی ص ۱۵۶ ج ۶)

## اقتصادی اور معاشی درجات

اسلام کسی ایک طبقہ میں دولت کے محصور ہو جانے اور بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانے کو روکتا ہے مگر اس کے ساتھ معیشت کے لحاظ سے تمام افراد اور طبقات کی یکسانیت کو بھی ضروری اور لازم تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسلام اقتصادی اور معیشتی درجات کو قدرتی تسلیم کرتا ہے۔ معیشت میں درجات کا تفاوت فطری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سب کے لیے سامان معیشت ایک ہی طرح کا ہو اور اس تفاوت درجات کے باوجود اسلام ایسی معیشت کو قائم نہیں کرتا کہ وہ انسانوں کو ایسے دو طبقوں میں تقسیم کر دے کہ ایک کی ترقی دوسروں کے فقر و افلاس کا سبب بنے اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے معاشی اغراض کا آلہ کار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بن جائے۔ معیشت کے درجات کا تفاوت تکوینی امر ہے اس کا تعلق صرف اللہ کی ذات احدیت ہی کے ساتھ ہے اور کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کی مطلق گنجائش نہیں ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ نظام تکوینی میں کسی کے لیے کیا ہے اور نہ اس علم کا ہم کو مکلف بنایا گیا ہے ہمیں اللہ کے نظام تشریعی سے سرتاسر تعلق ہے اور اسی پر ہم مکلف بنائے گئے ہیں اور اس کے اعتصام کرنے پر ہم مامور ہیں اور ہم اس نظام تشریعی کے دائرہ میں رہ کر معاشی نظام سے بحث کرتے ہیں۔ لہٰذا درجات معیشت میں تفاوت کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا ہے کہ اسلام نے امارت اور غربت کے تفاوت درجات میں ایسا نظام قائم کرنا چاہا ہے کہ تمام ثروت دولت امیروں کے ہاتھ میں آجائے اور کروڑوں انسان فقیر اور محتاج بن کر زندگانی پوری کریں اور اسلام اقتصادی اور معیشتی درجات کے تفاوت کو اس لیے فطری قرار دیتا ہے کہ تزاحم اور تنافس جسمانی دماغی استعداد کا اختلاف اور قدرتی قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کے محرک وجدان قدرتی ہے اس لیے اسلام نے انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کرتے ہوئے اجازت دی ہے کہ جس قدر حلال ذریعہ کی کمائی ممکن ہو سکتی ہے کمائی کی جائے اور دولت حاصل کی جائے مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ کمانے والا صرف اپنے لیے کما رہا ہے بلکہ اس کی تمام کمائی تمام انسانی افراد کے لیے ہے اور ایسے دولتمند کی دولت کو اسلام نے تمام ملت کا محمود سرمایہ اور قیامت بنانے کا ذریعہ بتلایا ہے۔ اگرچہ اسلام کے اس نظام میں بڑے بڑے کروڑپتی پیدا ہوں مگر اس کے ساتھ مفلس اور محتاج طبقے بھی پیدا نہ ہونگے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(قرآن وسنّت کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اذعان ہوگیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار اور اکتناز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اسلام نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بنیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائیگی بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی وکسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا اور اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائیگی اتنی ہی زیادہ جماعت بحیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لیے نہیں کمائیں گے تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی و مفلسی کا پیام ہو جائے جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۱۳۱-۱۳۲)

اسلام نے جس طرح کا معاشی اجتماعی نظام قائم کرنا چاہا ہے اس طرح کے دولتمندوں کی دولت سے کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے اور کسی طرح مذموم بھی نہیں ہے بلکہ اس طرح کی دولت اللہ کا فضل اور عامۃ المسلمین کا معتمد اور محمود سرمایہ ہے۔ قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ہے: (ہم نے بانٹ دی ہے ان میں روزی ان کی زندگانی میں اور بلند کر دیے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہرا لے ایک دوسرے کو خدمتگار) حق تعالیٰ نے کسی کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غنی اور کسی کو فقیر کر دیا ہے اور کسی کو تابع اور کسی کو متبوع اور اس میں اللہ کی یہ حکمت ہے کہ دنیا کی زندگانی کا انتظام باہمی اشتراک اور روابط کے بغیر نہیں چل سکتا ہے۔ اگر کسی محتاج کو کسی امیر سے رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے تو کوئی امیر بھی اس طرح کے روابط سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

قرآن شریف نے ارشاد فرمایا: (اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں اور بلند کر دیے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیے ہوئے حکموں میں (سورۃ انعام) قرآن شریف اس آیت میں دو باتوں کا صراحت کے ساتھ ذکر کرتا ہے پہلی بات یہ کہ انسانوں کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا ہے کہ ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کا نائب یا جانشین ہوتا ہے اور دوسری بات یہ کہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے باہم فرق مدارج رکھا انسانی مدارج معیشت میں پستی بھی ہے اور بلندی بھی تاکہ انسان کے عمل اور تصرف کے لیے آزمائش کی حالت پیدا ہو جائے اور ہر فرد و گروہ کو موقع دیا جائے کہ اپنی محنت اور سعی میں جو بھی درجہ حاصل کر سکتا ہے کرے اور اس کے عمل سے اس کی جزا وابستہ ہے۔ کوئی بھی جس طرح کے اعمال کرے گا اس طرح کے نتائج کو دیکھے گا اور یہ کہ غنی حالت غنیٰ میں رہ کر کہاں تک اللہ کا شکر کرتا ہے اور فقیر حالتِ فقر میں رہ کر کہاں تک صبر کا ثبوت دیتا ہے۔ قرآن شریف کے اس ارشاد میں کہ انسانوں میں جانشینی کا سلسلہ جاری ہے کہ ایک فرد یا گروہ دوسرے فرد یا گروہ کی جگہ بیٹھتا ہے اور پہلے کے کسب اور سعی کا وارث ہوتا ہے۔ بین دلیل ہے کہ قرآن شریف انفرادی ملکیت کے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اقتصاد اور معیشت میں مساوات کو قائم نہیں رکھتا بلکہ اس میں تفاوت رکھتا ہے۔ جب ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شخص کی آنکھیں بند ہوگئیں اور اس کی دولت جو تنہا اس کے لیے تھی اور ایک جگہ تھی وارثوں میں بٹ گئی اور تقسیم و سہام کے قانون کے مطابق کئی جگہوں میں پھیل جائیگی اگر قرآن شریف کے اصول میں انفرادی ملکیت کا اصل قائم نہ ہوتا تو مورث کے جائز وارثوں میں قرآن شریف کے قانون کے مطابق مورث کی میراث تقسیم نہ ہوتی اور ان میں بھی ہر وارث کے الگ الگ وارث ہوں گے اور یہ دولت ہمیشہ گردش میں رہے گی تاکہ وہ کسی ایک فرد اور خاندان کے لیے مخصوص نہ رہے اور سہام کا قانون قرآن شریف نے اس طرح رکھا ہے کہ سب وارثوں کو برابر کا حصہ نہیں دیتا کسی کا حق زیادہ رکھا ہے اور کسی کا کم۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ انسانی زندگی معیشت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے بلکہ مدارج معیشت کے اعتبار سے اس میں فرق اور تفاوت ہے۔

## معیشت کی فراخی اور تنگی اللہ کی مشیت ہے

رازق حقیقی اللہ ہے۔ رزق کے تمام اسباب اس کے ہیں۔ رزق کی فراخی اور تنگی اس کی مشیت ہے۔ انسان کا فرض اور وظیفہ صرف اس کی سعی اور کسب ہے مگر نتائج اور ثمرات کسی کے ہاتھ اور اختیار میں نہیں ہیں۔ رزق کی کمی اور بیشی اللہ کی حکیمانہ مرضی پر موقوف ہے۔ رب حکیم جس کو چاہتا ہے اس کے کسب اور سعی میں زیادہ ثمرات عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کے مناسب اندازہ سے دیتا ہے

قرآن شریف میں ارشاد ہے: (آپ فرما دیجئے میرا رب ہے جو کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اپنے بندوں میں اور ناپ کر دیتا ہے جس کو چاہے اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ اس کا عوض دیتا ہے) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس کو جتنا دینا چاہے وہ اس کو پہنچ کر رہے گا اور جو خرچ کرنے والے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کرنے سے اور نہ کرنے سے اس میں فرق نہیں پڑتا بلکہ جس قدر بھی وجوہ خیر میں خرچ کیا جائے گا اسی قدر اس میں اضافہ ہوگا اور اس میں برکت ہوگی قرآن شریف میں ارشاد ہے: (کیا کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے کوئی حاکم نہیں مگر وہ) اللہ کے سوا کوئی دوسرا روزی دینے والا نہیں ہے اللہ ہی ہے جو روزی کے سامان بہم پہنچاتا ہے اور زندہ رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے: (اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ کرتا ہے اور فریفتہ ہے دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے مگر حقیر متاع) رزق کو اللہ ہی تنگ اور کشادہ کرتا ہے اور دنیا کی عیش اور فراخی مقصود سمجھ کر اس پر اترانا اور اکڑنا نہیں چاہیے بلکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے۔ دنیا آخرت کا کھیت ہے۔ بذات خود مقصود نہیں۔ دنیا کے تمام سامانوں سے اس طرح فائدہ اٹھاؤ جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے۔ رزق کے وسیع کرنے میں کوئی بھی عقل دوڑانے اور تدبیر کرنے میں کمی نہیں کرتا مگر کسی کی روزی کشادہ ہے اور کسی کی تنگ۔ یہ تقسیم رازق حقیقی کی حکمت اور مصلحت کے تابع اور اس کے ہاتھ میں ہے۔ کسی انسان کو قرآن شریف کے اس نظریہ میں شک نہیں کہ قرآن شریف رزق اور معیشت کی تقسیم کو اللہ کی حکیمانہ تقسیم پر قرار دیتا ہے اور یہ اللہ کے تکوینی امور میں سے ایک امر ہے جس سے نہ بحث کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے بتائے بغیر اس کی حقیقت دریافت ہو سکتی ہے۔ ہمارا تمام تر تعلق اللہ کے تشریعی امور سے ہے اور ہمیں اللہ کے ان احکام کی تعمیل کرنی لازم ہے جن کی تعمیل کرنے پر اللہ کی کتاب نے ہمیں مامور فرمایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# بسط اور تقدیر کی حکمت

رزق کی فراخی اور تنگی میں قرآن شریف نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اگر لوگوں کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جاتا تو لوگ طغیان اور تمرد کی راہ اختیار کرتے نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ خدا کی مخلوق کو خاطر میں لاتے اور صرف یہ تمنا کرتے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں حرص زیادہ بڑھ جاتا اور قناعت ہرگز نہ کرتے اور عام غنیٰ اور خوشحالی کی صورت میں عام اور زبردست تصادم ہوتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہتی اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے۔ رب مخلوق کو خوب جانتا ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت صالح ہے ہاں اگر اللہ کے کسی مامور کی نگرانی میں عام خوشحالی اور فارغ البالی کے باوجود باہمی آویزش اور طغیان و سرکشی کی نوبت نہ آئے تو وہ اس عادی قاعدہ سے مستثنا ہوگا۔ اسلام کی اس بنیادی حقیقت کہ عالم تکوین اور عالم تشریع میں فرق ہے جن صاحبوں نے فراموش کر دیا ہے وہ اصل حقیقت تک نہیں پہنچے اور جن حضرات کے سامنے اسلام کی مذکورہ بنیادی حقیقت موجود ہے ان کو قرآن شریف کے مذکورہ بیان میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ درجات معیشت کا تفاوت اللہ کا تکوینی امر اپنی جگہ حق اور راست ہے اور حق معیشت میں تمام افراد انسانی کا مساوی حق رکھنا اپنی جگہ درست ہے اور یہ اللہ کا تکوینی امر ہے جس کی تعمیل پر ہمیں قرآن و سنت نے مامور فرمایا ہے۔ قرآن شریف نے ہم سے تمام احوال اور اوقات میں اہل حاجات کے مصارف میں انفاق مال کا مطالبہ کیا ہے اور اس کے عوض میں دولت کی بیشی اور اضافہ اجر اور اطمینان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا وعدہ دیتا ہے اور قرآن شریف کے اوّلین مخاطب حاملین اسلام حضرات صحابہؓ کا عہد نبوی اور اپنے زمانہ میں اس طرح عمل رہا ہے جس طرح کہ قرآن اور سنّت نے ان کو پڑھایا اور بنایا تھا کہ جن کے درجات معیشت بلند ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ ایسے حضرات کی ضروریات کو اپنی دولت سے پورا کریں جن کے درجات معیشت پست ہیں۔

حافظ ابن حزمؒ حدیث اور آثار کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ (اس بات پر صحابہؓ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا ضروریات زندگی سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور تین سو دوسرے صحابہؓ سے یہ صحیح ثابت ہے کہ ان کا سامان خورد و نوش ختم کے قریب پہنچا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو سب نے خورد و نوش کا سامان جمع کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کے کھانا کو سب میں برابر تقسیم کر دیا۔ حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں یہ صحابہ کا یقینی اجماع ہے ان میں سے کسی ایک صحابیؓ نے بھی مخالفت نہیں کی۔

(المحلی ص ۱۵۸ ج ۶)

حضرت ابو طلحہؓ انصار میں متمول صحابی تھے اور آپ کے اموال میں بیرحاء سب سے زیادہ پسندیدہ مال تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی (ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ) تو حضرت ابو طلحہؓ نے سالت آپؐ سے عرض کیا میرے تمام اموال میں مجھے سب سے زیادہ یہ مرغوب مال ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتا ہوں، اللہ کے رسول! جہاں آپ کو رب بتلائے صرف کیجئے۔ حضورؐ نے حضرت ابو طلحہؓ کے اس مخلصانہ ایثار پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے اقارب اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رشتہ داروں میں تقسیم کریں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کو تسلیم کیا اور بیرحاء کو اپنے اقارب اور بنی اعمام میں تقسیم کر دیا۔ (صحیح بخاری مسند امام احمد)

سید سمہودیؒ بیرحاء کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ایک باغ تھا جس میں رسالت مآبؐ تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کنویں سے پانی تناول فرماتے تھے اور درختوں کے سایہ میں آرام فرماتے تھے اور حضرت ابو طلحہؓ نے اس مرغوب مال کو رسالت مآبؐ کے لیے وقف کرنا چاہا تو رسالت مآبؐ نے آپ کو فرمایا، میں نے تم سے قبول کر لیا اور تمہیں واپس کر دیا۔ تم اسے اپنے اقارب اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے حضورؐ کے حسب ارشاد اپنے اقارب حضرت ابی بن کعبؓ حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت ابن جابرؓ شداد ابن اوسؓ یا اوس ابن ثابتؓ پر تقسیم کر دیا اور حضرت حسانؓ نے اپنا حصہ حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ روپیہ کو بیچا۔ (وفاء الوفاء ص ۹۶۲-۹۶۳ ج ۳)

یہ حضرات صحابہؓ ہیں اور ان کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے اپنا دین ہم تک پہنچانا اور سکھلانا چاہا ہے۔ حضرات صحابہؓ کے صرف یہ نظریات نہیں تھے بلکہ ان کا عمل تھا کہ جن حضرات کی معیشت میں بلندی تھی انہوں نے ایسے حضرات کو حق معیشت میں برابر اور مساوی کر دیا تھا اور کرنا چاہتے تھے جن کی معیشت کے درجات پست تھے اور اسلام کا یہی اجتماعی معیشت کا نظام ہے جس کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے قائم کیا اور صحابہؓ نے بعد میں آنے والوں تک پہنچایا۔

## تنبیہ

اسلام نے معاشرتی ناانصافی اور اقتصادی استحصال کے خلاف اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انسانیت کی وحدت اجتماعی اور اقتصادی انصاف کی طرف دعوت دی۔ معاشرہ کے تمام مرضوں کا علاج بتلایا۔ اسلام نے نیا معاشرہ پیدا کیا اور انسانی نظام کا راستہ بدلا اور اسلام کا یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی حکیمانہ تعلیم اور ہدایت ہے جن میں کسی ماضی فکر و نظر کا دخل نہیں اور نہ کسی مستقبل افکار کے لیے جگہ ہے مگر جو لوگ اسلام کے معاشی نظام سے دور اور بے بہرہ ہیں اور اسلام کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن میں نہیں سمجھنا چاہتے بلکہ مسلمانوں کے طرز و کردار کو اسلام قرار دیتے ہیں، ان کو یہ فاسد خیال یہ فریب دیتا ہے کہ جس نظام میں قابل نفرت حد تک امارت اور غربت کا تفاوت نظر آتا ہے وہ اسلام کا معاشی نظام ہے اور جب حاملین اسلام سے کتاب اور سنت کے مفہوم میں اسلام کے معاشی نظام کا نقشہ سنتے ہیں تو طرح طرح کی گمراہ کن باتیں کرتے ہیں۔ کبھی حاملین اسلام کی اس ترجمانی کو جدید کوشش کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور کبھی یہ الزام لگاتے ہیں کہ وقت کے رجحانات اور تقاضوں کے سامنے اسلام نے سپر ڈال دیا ہے اور حاملین اسلام کتاب اور سنت کے احکام کو تحریف و تبدیلی کی شکل میں پیش کرتے ہیں لیکن یہ تمام شیطانی وساوس ہیں۔ اسلام وقت کے رجحانات اور تقاضوں سے ہرگز متاثر نہیں ہوتا اور کسی قوت اور کسی فکر و نظر سے آج تک اسلام سپر ڈالنے پر مجبور نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اسلام وحیٔ الٰہی کی تعلیمات کا حامل ہے۔ اس کے پیش نظر صرف یہ ایک مقصد ہے کہ وہ خدا کی مخلوق کو خدا کی وحی پر چلائے۔ کسی قوم اور کسی گروپ کی مخالفت اور موافقت میں اللہ کی وحی سے کسی وقت بھی اسلام پہلو تہی نہیں کرتا۔ مارکس وغیرہ اشتراکی اہل نظر نے کسی جدید اصلاحی تعمیر کی ابتداء نہیں کی ہے بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کے استبداد اور مظالم سے تنگ آکر اس کو توڑنے اور تباہ کرنے اور اس کی غلامی سے باہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نکلنے کے لیے جو کچھ سوچا اور روا رکھا کر لیا ہے۔ اسلام اپنے اصول اور مسائل میں اشتراکیت کے اصول اور مسائل سے اتفاق نہیں کرتا۔ اسلام کا نظام اشتراکی نظام سے دُور اور الگ ہے اس لیے یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ اشتراکیت کو اسلام کا نام دیا جائے یا اشتراکیت کی راہ پر اسلام کو چلانے والا بتلایا جائے اس قسم کے دعوؤں کی صرف اتنی حقیقت ہے کہ ایسا کہنے والے اسلام کے حقائق سے ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ اسلام کسی دولتمند کی دولت کو غریبوں کی غربت میں اضافہ کرنے کا حق نہیں دیتا بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ دولت اللہ کی امانت ہے جو اجتماعی نظام کے تحت غربت اور احتیاج کے ختم کرنے کے لیے استعمال ہونی چاہیے۔ جاہلین اسلام کسی غیر مسلم کے فکر و نظر سے مرعوب ہو کر آج اسلام کے اُصول اور مسائل کی نئی تعبیر نہیں کرتے بلکہ وہ اسلام کا بنیادی اور اساسی نظام ہے جو جاہلین اسلام کی زبان پر اور کتاب و سنّت کی نصوص میں آج تک محفوظ اور منضبط چلا آ رہا ہے۔ اسلام اپنے معاشی نظام میں قوموں کے مراسم کی طرف التفات نہیں کرتا اور نہ کسی فرد کی قوت کسب و استعداد پر اس طرح کی پابندی عائد کرتا ہے کہ اس کی اعلیٰ اور بلند استعداد کو زائل یا معطّل کر دے۔ اسلام اپنے نظام میں ایسے اصول قائم کرتا ہے اور سرمایہ دارانہ استبداد کی طرح اشتراکی نظام کو بھی مسترد کرتا ہے۔ اسلام صرف اس نظام کو قائم کرتا ہے جس کو اللہ نے اپنے رسولؐ کے توسط سے اپنی مخلوق کو دینا چاہا۔ اسلام کو مغرب یا مشرق کے مفکرین کے افکار اور نظریات کا پاس نہیں ہے۔ اسلام صرف اپنے مقاصد کو خدا کی مخلوق میں نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ کی زبانی سُنیے۔

محکم دلائل سے مزین۔متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# پیغمبرانہ مقاصد

حضرت شاہ صاحبؒ باب اقامۃ الارتفاقات و اصلاح الرسوم میں لکھتے ہیں: "تو اب سمجھنا چاہیے کہ انبیاء کی بعثت اگرچہ اوّلاً بالذّات عبادت کے طریقوں کی تعلیم دینے کے لیے ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ارادہ بھی شامل ہوتا ہے کہ فاسد رسوم کو مٹا دیا جائے اور ارتفاقات تدابیر کے طریقوں کی رغبت دلائی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ (میں لہو ولعب کو مٹانے کے لیے پیدا ہوا ہوں) اور ارشاد فرمایا میں مکارم اخلاق کے پورا کرنے کو بھیجا گیا ہوں) واضح ہو کہ نہ تو خدا تعالیٰ کی مرضی اس میں ہے کہ تدابیر دوم و سوم جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے متروک کر دی جائیں اور نہ انبیاءؑ میں سے ایسا حکم کسی نے کیا ہے اور معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے جو پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے ہیں اور بھلائی برائی میں انہوں نے لوگوں سے میل جول بالکل ترک کر دیا ہے اور وحشیوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ اسی واسطے حضورؐ نے اس شخص کا رد فرمایا جس نے عورتوں سے کنارہ کشی چاہی تھی اور فرمایا میں رہبانیت سکھلانے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں تو ایک پاک اور آسان دین کی طرف مبعوث ہوا ہوں البتہ انبیاءؑ تدابیر و منافع میں میانہ روی کا حکم دیتے تھے کہ نہ تو عیش و آرام میں مستغرق لوگوں کی حالت سلاطین عجم کی سی ہو اور نہ یہ کہ لوگوں کی زندگی پہاڑی باشندوں کی سی ہو جو وحشیوں سے ملتی جلتی ہے۔ اس موقع پر دو قیاس باہم متعارض ہیں ایک یہ کہ خوش حالی آسودگی اور آرام سے بسر کرنا عمدہ بات ہے جس سے مزاج صحیح ہوتا ہے۔ اخلاق درست ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ظاہر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنے تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابنائے جنس سے ممتاز ہے۔ غبادت اور عاجزی وغیرہ اوصاف سوئے تدبیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ آسودگی بُری چیز ہے۔ اس سے باہمی نزاع پیدا ہوتا ہے، تکالیف جھیلنی پڑتی ہیں۔ جانب غریب کی طرف اس کی وجہ سے اعراض ہو جاتا ہے۔ اخروی تدابیر کو آسودگی کی وجہ سے لوگ ترک کر دیتے ہیں۔ اسی واسطے پسندیدہ عمل درمیانہ حالت ہے اور یہ کہ تدابیر کو باقی رکھیں اور ان کے ساتھ اذکار اور آداب کو ملائیں اور عالم جبروت کی جانب متوجہ ہونے کے لیے فرصت کے متلاشی رہیں۔ اس باب میں تمام انبیاء نے جو قانون خدا کی جانب سے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگوں کی حالت دیکھنی چاہیے۔ ان کے کھانے پینے کے آداب، لباس، تعمیر اور آرائش کے اسباب کیا ہیں۔ ان میں نکاح کا طریقہ کیا ہے اور زن و شوہر کس طرح باہم پیش آتے ہیں، وہ باہمی خرید و فروخت کس طرح کرتے ہیں۔ جرائم سے باز رکھنے کے لیے کیا کیا تعزیرات ہیں، مقدمات کا فیصلہ کس طرح کرتے ہیں۔ پس اگر یہ امور رائے کلی کے مطابق اور مناسب ہوں تو ان میں کسی قسم کی تبدیلی بے معنی ہے بلکہ لوگوں کو ان کی پابندی پر اور زیادہ آمادہ کرنا چاہیے اور ان میں ان کی رائے کو درست کہنا اور ان امور کی مصلحتیں بیان کر دینا چاہئیں اور اگر وہ امور رائے کلی کے موافق نہ ہوں اور ان امور میں اس وجہ سے تبدیلی کی ضرورت پیش آئے کہ ان کے سبب سے ایک شخص دوسرے کے لیے ایذا رساں ہو سکتا ہو یا دنیوی لذات میں ان کی وجہ سے زیادہ انہماک ہو یا ان کی وجہ سے آخرت اور اچھی باتوں سے اعراض ہوتا ہو یا ان کی وجہ سے بے غمی پیدا ہوتی ہو جن سے دنیا اور آخرت کی مصلحتیں فوت ہوتی ہوں یا اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح کی کوئی اور بات پیش آتی ہو تو اس وقت ضروری ہے کہ ان امور کی تبدیلی ایسی صورت میں کرنی چاہیے جو لوگوں کے مالوف کے بالکل مخالف نہ ہو بلکہ ایسے نظائر میں ان کو تبدیل کرنا چاہیے جو لوگوں میں شائع ہوں یا ایسے نظائر کی جانب ان کو بدلیں جو ایسے صالحین میں مشہور ہوں جن کی بھلائی کی لوگوں کی زبان شہادت دے رہی ہو (حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مراد یہ ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا اخلاق اور مذہبی نظام سے گہرا تعلق ہے۔ اس لیے کہ انبیاءؑ نے عبادت کے طریقوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ "تدابیر" کے طریقوں کی تعلیم کی بھی ترغیب دی ہے۔ اور رہبانیت کو اسلام نے روکا ہے اور اس کو اخلاقی حیثیت نہیں دی۔ اسلام نے دولت اور ثروت کو ایسی حیثیت میں نہیں رکھا جیسے کہ عجمی بادشاہوں کے ہاں تھی، اور اسلام ایسی معیشت کو بھی پسند نہیں کرتا جو دہقانیوں وحشیوں اور درندوں کی طرح ہوتی ہے اور مسلمانوں میں ایسے امور کا وجود بھی پسند نہیں کرتا جو باہمی مناقشات اور بغض وحسد اور آخرت کے ذکر اور روحانی زندگی سے غفلت اور دولت میں تعصب اور حریصانہ کد وکاوش کا سبب بنتے ہیں اسلام ایسے امور کو ضرور بدلنا چاہتا ہے مگر ان کی تبدیلی کا نظام ایسا ہونا چاہیے کہ وہ اسلام کے مناسب بھی ہوں اور لوگوں کے مالوف کے بالکل مخالف نہ ہوں اور رائے عامہ کلی اس کو قبول اور تسلیم کرتی ہے۔ یا وہ نظام ایسے صالحین نظائر ہیں جن سے لوگوں کو عقیدت ہے اور ان کی بھلائی اور نیکی پر عام لوگوں کی زبانیں شہادت دیتی ہیں۔ اگر کسی رائج امر میں وقت کے رجحان اور حالات کے تقاضے کے باعث بدلنے کی مجبوری پیش آگئی ہے تو اس کو ایسے دوسرے امر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے امر کی طرح رائے کلی کے مطابق اور مناسب ہو اور کسی ایسے فقیہہ اور مجتہد کا مسلک بھی ہو جس کے

محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ لوگوں کو عقیدت ہو اور اس کے علم و اجتہاد اور فقہی دیانت پر لوگ شہادت دیتے ہوں۔ جیسا کہ مفقود اور دوسرے بعضے مسائل میں علماءؒ نے امام ابو حنیفہ رح کے مسلک کو چھوڑ کر شدید ضرورت کی بنا پر دوسرے ائمہ مجتہدین کے مسلک کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن کسی گروہ اور طبقہ کی پسند اور خواہش یا تقلید میں کوئی رائج امر تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ایسے ارباب ہونگے رائے میں کوئی فقہی امر تبدیل کیا جا سکتا ہے جن کے ساتھ عوام کو عقیدت نہیں ہے اور علم و اجتہاد میں ان کی استعداد اور اہلیت پر ارباب اہل شہادت نہیں دیتے۔

## قابل تبدیلی امور

ہمیشہ اور ہر دور میں ایسے خود غرض اور خود پسند افراد ضرور رہے ہیں کہ اپنی رعونت باقی رکھنے اور ناپسندیدہ استبدادی مفاد حاصل کرنے کے لیے ایسے امور کو لوگوں میں شائع کرتے اور رواج دیتے ہیں جن کو لوگوں نے بامر مجبوری تسلیم کر لیا کہ ان کے لیے کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا مگر ایسے امور فاسد معاشرہ اور معاشرہ کے قیام کا باعث بنے۔ ایسے مفاسد کو اس طرح کی اصلاحات میں تبدیل کرنا چاہیئے جن سے عوام کی معیشت صالح اور متوازن ہوتی ہے اور اگر ایسے امور اس طرح بدل دیے گئے کہ ان کی تبدیلی نے کچھ اچھے نتائج پیدا نہیں کیے تو ایسی تبدیلی سے بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ جیسے ہمارے دور کی زرعی اصلاحات جن سے نہ تو ان کسانوں کی تقدیر بدلی جن کے پاس زمین نہ تھی اور نہ بڑے بڑے زمینداروں کے جبر اور رسوخ میں کمی آئی ہے بلکہ ان کی ظالمانہ دست درازیوں سے عوام آج تک نالاں ہیں اور بعضے دوسرے امور میں بھی ایسی تبدیلی کی گئی جن کے بد نتائج نے مسلمانوں کو بدترین قسم کی بربادیوں کی طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دھکیلا ہے اور جو چیزیں کتاب اور سنّت میں حرام نہیں۔ ایسی تبدیلیوں نے قانون کی نگاہ میں ان کو جرم اور معصیت میں باقی نہیں رکھا حضرت شاہ ولی اللہ نے ایسے رائج امور کی نشاندہی کی ہے جن کی تبدیلی ضروری تھی اور پیغمبر نے ایسے امور اور ان کے اسباب کو تبدیل کیا ہے جنہوں نے خدا کی مخلوق میں ضرر رساں اسباب پیدا کیے اس لیے شاہ ولی اللہ کی دوسری عبارت بھی میں اس موقع پر نقل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ایران اور روم میں سالہا سال سے سلطنت چلی آتی تھی وہ دنیوی لذتوں میں غرق ہو گئے، دارِ آخرت کو بھول گئے اور شیطان ان پر غالب آگیا وہ معیشت کے اسباب پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور ان اسباب پر فخر کرنے لگے۔ اطرافِ عالم سے حکماء کی ان کے پاس آمد و رفت رہی۔ یہ لوگ معاش کے دقائق اور کارآمد باتیں مستنبط کرتے رہے پس ہمیشہ وہ ان امور پر عملدرآمد کرتے رہے۔ ہر ایک شخص دوسرے پر ان امور میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ یہ رواج ہو گیا کہ اگر ان کے سرداروں میں کسی سردار کے پاس لاکھوں درہم کا قیمتی تاج نہ ہوتا، بلند و بالا محل اور باغ نہ ہوتے، کھانے اور پینے میں فراغ دستی نہ ہوتی تھی اور لباس میں تجمل نہ ہوتا تھا تو اس پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ ایسے ہی بہت سے امور تھے جن کا ذکر کرنا طوالت ہے۔ پس یہ تکلفات ان کے اصول معاش میں اس طرح پیوست ہو گئے کہ اگر ان کے دلوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جاتا تو یہ باتیں ان سے نکلنے والی نہ تھیں اور اس سے ایک سخت مرض پیدا ہوا جو شہر کے ایک ایک جز میں سرایت کر گیا اور ایسی آفت برپا ہوئی جس سے نہ دہقانی بچا نہ شہری، نہ غریب بچا نہ امیر بلکہ یہ عیش و آرام کی آفت ہر ایک پر غالب آگئی تھی، اس نے ہر ایک کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن-لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھکا دیا تھا اور ایسے مصائب اور سختیوں میں پھنسا دیا تھا جن کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ عیش و آرام زیادہ تکالیف کا باعث اس لیے ہو گیا تھا کہ جب تک بہت سا سامان صرف نہ کیا جائے یہ لطف حاصل نہیں ہو سکتا اور مال کی اتنی مقدار حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر ٹیکس لگائے جائیں، ان پر سختی کی جائے اور اگر وہ ادا نہ کریں تو ان کے خلاف سخت اقدام کیا جائے اور اگر وہ لوگ ان کے احکام کی تعمیل کرتے رہیں تو ان کو بمنزلہ گدھا اور بیل کے کر دیں جو آبپاشی اور اناج کی کٹائی میں استعمال کیے جاتے ہیں اور اگر ان کو ذخیرہ کیا جاتا ہے تو محض اپنے کام میں لانے کے لیے پھر ذرا بھی ان کو مشقت سے آرام نہیں دیا جاتا یہ امراء ایسے ہی گرفتار بلا ہو کر سعادت اخروی کی طرف سر بھی نہیں اٹھا سکتے اور نہ اس منزلہ کے قابل رہتے ہیں اور اکثر بڑی سے بڑی مملکت میں ایک شخص ایسا نہیں ہوتا جس کو دین کا اہتمام اور خیال ہو اور یہ عیش کے سامان بھی ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں جو کھانے، لباس، مکانات وغیرہ کے حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور کاروبار کے ان اصول کو جن پر نظام عالم کا مدار ہے ترک کر دیتے ہیں اور عموماً جو لوگ ان سے ملنے جلنے ہیں تو وہ ان سب امور میں انہی کی نقل کرتے ہیں، ورنہ ان کو ان امراء کی خدمت میں باریابی نہ ہو اور نہ ان کے دلوں میں ان کی کچھ وقعت باقی رہے اور تمام لوگ بادشاہ کے محتاج ہوتے ہیں اس سے اپنی ضروریات کی کفالت چاہتے ہیں۔ بعضے اس وجہ سے کہ وہ لشکری اور شہر کے منتظم ہیں۔ یہ لوگ ان سرداروں کی روش تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن اپنے فرائض کے ادا کرنے کا کچھ بھی قصد نہیں کرتے صرف اپنے رسوم اور سلف کے طریقہ کو پورا کرتے ہیں۔ اور بعضے اس لیے کہ وہ شاعر ہیں جن پر انعام و اکرام کرنے کے سلاطین عادی ہوتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور بعضے اس لیے کہ وہ درویش ہیں اور بادشاہوں کے لیے یہ زیبا نہیں کہ ان کی خبر گیری نہ کریں۔ اس واسطے یہ فرقے ایک دوسرے سے چپقلش کرتے ہیں اور ان کے ذرائع معاش اس پر موقوف ہوتے ہیں کہ وہ بادشاہوں کی خدمت میں رہیں اور ان سے نرم کلامی اور خوشامد سے پیش آئیں۔ انہیں فنون میں ان کی فکریں ڈوبی رہتی ہیں اور ان کے اوقات ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ پس جب ان اشغال کی کثرت ہو جاتی ہے تو لوگوں کے دلوں میں ایک خسیس حالت پیدا ہو جاتی ہے اور عمدہ اخلاق سے اعراض کرتے ہیں۔ جب ایسی مصیبت زیادہ بڑھ گئی اور یہ بیماری سخت ہو گئی تو خدا تعالیٰ اور ملائکہ مقربین نے ان پر غصہ ظاہر فرمایا اور خدا کی مرضی ہوئی کہ اس مرض کو بالکل زائل کر دے اس واسطے اس نے ایک نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جس کا عجم اور روم سے کوئی میل جول نہ تھا۔ اس نے ان کے رسوم کو بالکل اختیار نہ کیا۔ اس پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے لیے میزان قرار دیا ہے جس کے ذریعہ ان طریقوں میں جو خدا کے نزدیک پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہیں تمیز ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ نے ان سے عجمیوں کی رسموں کی مذمت بیان کرادی اور دنیوی زندگی میں مطمئن اور مستغرق ہو جانے کی قباحتیں ظاہر کرادیں اور اس پیغمبر کے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ ڈال دیا ہے کہ وہ وہ بڑے بڑے امور جن کے عجمی خوگر ہو گئے تھے اور ان پر فخر کرتے تھے لوگوں پر حرام کر دیں مثلاً ریشمی لباس اور غوانی کپڑے پہننا سنہری اور روپہلی برتن سونے کے زیور ایسے کپڑے جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوں اور مکانوں پر نقش و نگار کرنا وغیرہ اور خدا تعالیٰ نے مقدر کر دیا کہ اس کی دولت سے ان کی دولتوں کا خاتمہ کر دے اور اس کی حکومت سے ان کی حکومتوں کا خاتمہ کر دے اس کے وجود سے کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اب اس کے بعد کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگیا اب کوئی قیصر نہ ہوگا۔" (حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم)

حضرت شاہ ولی اللہؒ رحمتہ کا یہ الہامی بیان ٹھیک ٹھیک ہمارے حسب حال ہے ہم میں جن لوگوں نے دنیا کی تمام زندگی کو دنیا کی لذتوں اور عیش و تنعم میں گذارنے کا فیصلہ کیا، وہ آخرت سے غافل ہو گئے اور اسلام کی ڈالی ہوئی روح ان سے نکل گئی، اور جن لوگوں نے عیش و تنعم میں دوسروں سے آگے نکل جانے کا قصد کیا ہے ان کا بڑا سرمایہ اور فخر صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ہمسفروں سے اس میدان میں سبقت لے گئے ہوں۔ ایسے لوگ مجبور ہو گئے ہیں کہ معیشت کے تمام اسباب کے فراہم کرنے پر پوری توجہ کریں اور ضروری ہو گیا ہے کہ معیشت کے اسباب کے مہیا کرنے میں ان کو اس قدر انہماک ہو جائے کہ دوسری طرف ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور آخرت کو قطعاً بھول گئے ہیں اور یہ اتنا بڑا خسارہ ہے جس کی تلافی ان کی بڑی سے بڑی دولت نہیں کر سکتی۔ ہم میں جن کے پاس تعیش اور معیشت کا ان کے مناسب ضروری سامان نہیں ہے وہ طعن و تشنیع کے قابل سمجھے گئے اور اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے آنے جانے شامل ہونے کے اہل نہیں گنے جاتے اور ارباب ثروت اور امراء کے اصول معاش میں لباس اور پوشاک میں رہنے سہنے میں، کھانے اور اتارنے میں جب اس طرح کے تکلفات کی بیماری اس قدر پیوست ہو گئی کہ کسی تدبیر سے ان سے نکلنے والی نہیں اور اس طرح عالمگیر ہو گئی کہ شہری اور گنوار امیر اور غریب کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں رہا بلکہ تکلف اور تعیش کی آفت ہر ایک سے دست و گریبان ہے۔ ایسے لوگوں میں اس آفت اور بیماری نے بے ہمتی، عملی اور اخلاقی پستی کو پیدا کیا ہے اور اس طرح کی پر تکلف زندگی کا لطف بڑی دولت اور وافر سامان حاصل کیے اور صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لیے ملک کے کاشتکاروں، تاجروں، صنعت کاروں سے اپنے تکلفات پورے کرنے اور لطف حیات حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگانے کو ناپسندیدہ اقدام کہا جا سکتا ہے اور ان کی بے جا سختیوں سے تمام مذکورہ طبقات یہ سمجھنے پر مجبور رہیں گے کہ وہ گدھوں اور بیلوں کی مانند سرمایہ دار تعیش پسندوں کی ضروریات میں کام آنے والے ہیں اور ان کی تمام محنتوں اور کوششوں کی کمائی دوسروں کے عیش میں استعمال کرنے کے لیے ہے اور اس کا لازماً یہ انجام ہوا کہ لوگ امراء اور حکومت کے محتاج ہوں اور کبھی اس نام سے کہ وہ شہری ہیں اور شہر کے منتظم ہیں حکومت سے کفالت چاہتے ہیں اگرچہ شہر کی انتظامی آسامیوں کا انتظام کے مقاصد کو پورا کرنا ان کا مقصد نہیں ہوتا اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے۔ کبھی حکومت کی مدح سرائی میں اکرام و انعام سے اپنا معاش حاصل کرتے ہیں اور کبھی درویشی اور پارسائی کے لباس میں خسروانہ مراحم کی توقع رکھتے ہیں اور ایسے تاثرات کے ماحول میں صرف یہ ایک فکر باقی رہتا ہے کہ کسی طرح خوشامد اور چاپلوسی میں اپنے رفقا سے سبقت لے جائیں اور اپنا معاش اور سرمایہ بڑھائیں۔ ایسے ماحول نے ان میں خساست کو پیدا کیا اور عمدہ اخلاق اور محاسن عمل سے اعراض کرنے پر خوشامد پسند ذہن نے ان کو مجبور کر دیا ہے اور کوئی صالح فکر و ذہن باقی نہیں رہا اور اصلاح کی کوئی صورت بجز اس کے کوئی باقی نہیں رہ گئی ہے کہ جس ذات بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور اصلاح کی میزان قرار دیا ہے، اس ذات بابرکات کے سنن اور تعلیم و طریق کو اپنایا جائے اور خدا کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت حاصل کی جائے اور آپؐ کی پوری اتباع اور اطاعت کا التزام کیا جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیشت کو میزان قرار دیا جائے، معاش کے ہر نظام کو اس میزان میں تولا جائے جو اس کے مطابق ہے وہ پسندیدہ اور صالح نظام ہے اور جو اس کے سوا اور خلاف ہو تو اُسے فاسد معیشت اور فاسد نظام قرار دیا جائے۔ عجم اور روم کا سا تفاخر اور تمائل کے اسباب روک دیے جائیں اور ان جیسے تکلفات موقوف کیے جائیں۔ تاکہ جس طرح پیغمبرانہ نظام نے کسریٰ اور قیصر کی دولت اور حکومت کے تفاخر اور تکلف کو تباہ کر دیا تھا، اسی طرح تمام اسلامی غیر اسلامی تفاخر اور تکلفات اور مغربی تقلید کے آثار و لوازم کو ختم کر دینا چاہیے۔ آج اگر ہم میں رائج معاش کا فاسد نظام ہمارے اخلاق کو پست اور ہماری حیات کو تلخ بنا رہا ہے اور امراء اور سرمایہ داروں کے بیشمار قسم کے مظالم اور معاشی جبر و استبداد سے ہم نالاں ہیں تو اس کا علاج صرف اسلامی اصول و نظریات اور اسلام کے معاشی نظام میں ہے۔ اسلام امراء اور سرمایہ داروں کے معاش اور معیشت کو معیاری اور مثالی قائم کرنا نہیں چاہتا اس لیے ان کے معاشی تکلفات اور تعیشانہ ضروریات کے لیے کاشتکاروں، نجار اور صنعت کاروں پر طرح طرح کے ٹیکس لگانے کا حق نہیں دیتا ہے۔ بلکہ اسلام، امراء اور دولتمندوں کے تشدد کو تمدن کی تباہی اور بربادی کا سبب قرار دیتا ہے۔ لوگوں میں جب بیجا عیش کو جگہ ملتی ہے تو ان میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کا پیدا ہونا لازمی ہے اور بنیادی ضروریات زندگی پر توجہ کم ہو جاتی ہے اور امراء کے لیے سامان تعیش فراہم کرنے پر لوگ زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف بنیادی ضروریات زندگی میں کمی آجاتی ہے اور دوسری طرف امراء کا تعیش زر کثیر صرف کیے بغیر پورا نہیں ہوتا اور ملک کے پیشہ ور طبقات پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس کا بار ڈالا جاتا ہے اور ملک کے تمام بنیادی عمدہ اور ضروری مصالح تباہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں اگر اللہ کے رسولؐ نے مستبد اور غیر عادلانہ معاش کی جگہ صالح اور عادلانہ معاش قائم کیا تھا اور ایسے امور اور اسباب کو تبدیل کر دیا تھا جس سے وہی تباہی خطرات پیش آسکتے تھے تو اسی طرح مسلمانوں کے امیر اور فرمانروا کا یہ منصبی فریضہ ہے کہ ملک اور دولت کی اصلاح پر گہری نگاہ رکھے اور مفسدانہ رجحانات کو سختی سے روکے اور ملک میں امراء کے تعیش پسندانہ راہ و رسم کو پھیلنے نہ دے تاکہ ان کی یہ بیماری اور مہلک آفت دوسروں تک متعدی نہ ہو جائے اور کاشتکاروں، تاجروں اور صنعتکاروں کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ وہ آسودہ حالی کے ساتھ ملک کی لازمی ضروریات مہیا کریں اور ملک کے معتد بہ حصہ میں ملک کی لازمی ضروریات کے مہیا کرنے کا جذبہ موجود اور قائم رہے اور یہ کہ اسلامی معاش کے ایک ایک شعبہ میں اخلاقی پہلو کو روشن اور نمایاں رکھے کیوں کہ اسلامی معاش کا اخلاق اور روحانیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

## نرمی اور دلجوئی کا سلوک

ملک کے استعماری طبقوں کے ساتھ اسلام نے جس طرح کا سلوک اور برتاؤ روا رکھا ہے میں یہاں اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسلام کے معاشی نظام کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ بھی اندازہ کیا جا سکے کہ اسلام اپنے نظام میں معاشی سہولتوں کا خاص طور پر اہتمام رکھتا ہے۔

عشر اور خراج اسلامی محاصل کے شعبے اور دولت و ثروت پیدا کرنے کے معاشی طریقے ہیں۔ امیر المؤمنین ہارون الرشید کو جلیل القدر امام ابو یوسفؒ کی چند ہدایات اس غرض سے نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ واضح طور پر یہ معلوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر سکیں کہ اسلام اپنے معاشی نظام میں اخلاقی روش اور رفق و دلجوئی کے قیام پر اور جبر و تشدد اور ظالمانہ رسوم کے روکنے پر سختی کے ساتھ مسلمان عمال کو پابند بنانا چاہتا ہے جس سے ایک طرف تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاشی نظام میں سہولتیں پیدا کرنا پسندیدہ امر ہے اور دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجتماعی حکمرانی اور اس کے حکام اور عمال کی غلامی کو بھی اسلام نسل انسانی کے افراد کے لیے پسند نہیں کرتا۔ اسلام سے پہلے ایرانی اور رومی حکومتوں کا یہ طریقہ تھا کہ کاشت کاران کے محکوم اور غلام ہیں اور لگان کے وصول کرنے میں ان پر ہر قسم کی سختیاں روا رکھتے تھے۔ اور زمیندارانہ لگان کے وصول کرنے میں حکمرانوں کی طرح بڑے بڑے زمینداروں کا طریقہ بھی جبر و تشدد تھا۔ اسلام نے اس ظالمانہ روش کو روکا اور جبر و تشدد کو حرام قرار دیا۔ جابر اور مستبد عاملوں کو سختی سے سرزنش کی اور کاشتکاروں سے نرمی اور دلجوئی اور مہلت اور سہولت کے ساتھ لگان کے وصول کرنے پر مامور فرمایا۔

حضرت عمرؓ شام سے واپس آ رہے تھے کہ آپ نے کچھ آدمی دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھے اور آپ کے دریافت کرنے پر آپ کو یہ بتایا گیا کہ ان کو جزیہ ادا نہ کرنے کی سزا دی جا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سخت گیری پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا، ان کو چھوڑ دو، ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو جو لوگ دنیا میں دوسروں کو عذاب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو عذاب میں ڈالے گا۔ آپ کے حکم پر وہ چھوڑ دیے گئے۔ (کتاب الخراج ص۱۲۵)

امام ابو یوسفؒ ہارون الرشید کو لکھتے ہیں: (اہل خراج سے وہ رقم ہرگز نہ لی جائے جو خراج کی رقم کے علاوہ رواج کے نام سے لی جاتی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب کاشتکاروں میں کوئی خراج کی رقم لاتا ہے تو عامل سرکاری کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کارندہ اس میں سے کچھ سکے نکال کر کہتا ہے کہ یہ تو رواج کے مطابق ہمارا حق ہے اور اصل خراج میں اتنا بقایا اور ادا کرو۔ بدقسمتی سے یہی رواج اور رسمی حق کے نام سے آج بھی یہ بدرسم قائم ہے نہ قوم کے نمائندوں نے اس کی اصلاح پر توجہ کی اور نہ سرکاری نمائندوں نے باوجود جاننے اور سمجھنے کے اس کو روکنا چاہا۔ امام ابو یوسفؒ ہارون الرشید کو لکھتے ہیں: (کسی شخص کو بھی خراج کے سلسلہ میں زدوکوب نہ کیا جائے اور نہ ایک پیر پر کھڑا کیا جائے اور میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض سرکاری کارندے اس قسم کی ذلیل حرکتیں کرتے ہیں کہ اہل خراج کو دھوپ میں کھڑا کر دیتے ہیں اور ان کو مارپیٹ کرتے ہیں اور ان کی گردنوں میں گھڑے لٹکا دیتے ہیں اور ان کو قید کر دیتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہ پڑھ سکیں یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے اور اسلام ان حرکتوں کو بدترین قسم کی تعدّی جانتا ہے۔ (کتاب الخراج ص۱۰۹)

افسوس ہے کہ یہ بے اعتدالیاں عام ہو رہی ہیں اور اہل کاروں و زمینداروں کی بے جا تعدّی سے عوام نالاں ہیں۔ مگر رسم و رواج کے ماتحت بادلِ ناخواستہ یہ تمام باتیں برداشت کی جا رہی ہیں۔

امام ابو یوسفؒ ہارون الرشید کو لکھتے ہیں: "خراج کی وصولی کے لیے کسی صالح متدین اور امین کو مقرر کیجئے اور اس کے ساتھ وہ فقیہہ بھی ہو عالم بھی ہو اور اہل رائے سے مشورہ لینے والا پاک نفس خدا ترس بھی ہو اور وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرے حق کی حفاظت کرتے اور امانت کو ادا کرے اور ایسے والی کو مقرر کیجئے کہ وہ اہل عمل پر ظالم نہ ہو اور ان کو حقیر نہ جانتے۔ ان کو ذلیل نہ کرے۔ وضیع اور شریف قریب اور بعید سب کے حقوق کی برابر حفاظت اور نگرانی رکھے اور اس کو نصیحت کیجئے کہ لوگوں پر ظلم نہ کرے اور ان کے نذرانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو ماہ بماہ ان کے دیوان سے برابر ادا کرے اور خراج کے سوا ایک روپیہ بھی ان سے وصول نہ کرے اور اگر لوگ خود بخود بھی اس کو کچھ دیا کریں تو اس کو قبول نہ کرے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عامل اور والی کے ارد گرد ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا اس کی وجہ سے احترام ہوتا ہے اور اس کا وسیلہ اور واسطہ ہوتے ہیں وہ لوگ نیک اور صالح نہیں ہوتے اور والی ان سے مدد لیتے ہیں اور اپنے کاموں پر ان کو مؤظف مقرر کرتے ہیں اور وہ اپنے وظائف میں حافظ نہیں ہوتے۔ کوتاہی کرتے ہیں اور اپنے معاملات میں انصاف نہیں کرتے۔ ان کا (کارندوں کا) مذہب یہ ہے کہ بہر حال لینا چاہیے خواہ وہ مقررہ خراج ہو یا رعیت کا مال اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ظلم اور سختی سے لیتے ہیں پھر والی حاکم تحصیلدار اور اس کا عملہ اگر کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو ضیافت کے نام سے وصول کرتے ہیں اور ان کی قدرت سے زیادہ لیتے ہیں اور جو ان کے ذمہ نہیں ہوتا اس کو ظلماً حق بنا کر لیتے ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کا مطالبہ اہل خراج سے بڑھ جاتا ہے اور جب والی کا یہ کارندہ کاشتکاروں میں پہنچتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ خراج کے علاوہ یہ میری مزدوری ہے والی نے اس کو مقرر کر رکھا ہے۔ اگر لوگ اس کا مطالبہ پورا نہیں کرتے تو ان کو مارتا ہے اور ان پر چیر کرتا ہے اور کاشتکاروں کی بیل بکریوں کے ریوڑ جو بھی ہاتھ لگتا ہے نکال لاتا ہے اور ان کمزوریوں سے یہ سب ظلم اور جور سے وصول کرتا ہے اور یہ اہل خراج کے لیے سخت ضرر اور تکلیف ہے اور حکومت کی آمدنی بھی اس سے گھٹتی ہے اور خدا کے ہاں بڑا گناہ ہے۔"

(کتاب الخراج ص ۱۰۶-۱۰۷)

امام ابو یوسفؒ نے ہارون الرشید کو ایسے عمال اور کارندوں کی تقرری کی ہدایت کی ہے جن میں مذکورہ محاسن موجود ہوں تاکہ حکومت اور عوام الناس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے معاشی وسائل میں خلل نہ ڈالیں اور تنگی پیدا نہ کریں اور اس کے ساتھ ایسے احکام ضروری ہیں جن کو اسلام کے احکام کا پاس اور احترام ہو اور اسلام کے خطوط پر چلتے ہوں۔ تاکہ ان کے ہاتھ میں اسلام کا صالح معاشی نظام قائم رہے اور اس میں خیانت، تعدی اور فساد کو داخل نہ ہونے دیں اور حکومت اور عوام کی معاش ان کی دست درازیوں سے محفوظ رہے۔ امام ابو یوسفؒ نے کسی جامع مسجد یا خانقاہ یا پبلک جلسہ میں یہ وعظ نہیں کہا بلکہ مسلمانوں کے فرمانروا ہارون الرشید کو یہ ہدایت کی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ملک کے فرمانروا کا یہ فرض ہے کہ اپنے حکام اور عمال کی کڑی نگرانی رکھے اور ان کی بیجا تعدی اور بے انصافیوں اور بے رحمانہ دخل اندازیوں پر سخت گیری کرے اور ایسے اسباب کو روک دے جن سے معاش کے نظام میں خلل اور فساد پڑتا ہے اور ایسا نظام محاسبہ قائم کر دے جس طرح کہ حضرت عمرؓ نے احتساب کا ایک مستقل محکمہ قائم کر دیا تھا۔ اس محکمہ کے افسر محکمۂ خراج کے عہدہ داروں کی مالی حالت کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور اس بات کی سخت نگرانی رکھتے تھے کہ کہیں کسی عہدہ دار کا خرچ اس کی آمدنی سے زیادہ تو نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تھا تو فوراً تفتیش کی جاتی تھی کہ اس عہدہ دار نے خراج کی رقم میں خرد برد تو شروع نہیں کر دی۔ خراج کی رقم میں خرد برد کرنے پر اگر کسی افسر کو معزول کر دیا جاتا تھا تو اسے دوران منصب جمع کی ہوئی نصف دولت بیت المال میں جمع کرنی پڑتی تھی اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی حضرت عمرؓ کو اگر خراج کے کسی افسر کی دولتمندی پر شبہ ہو جاتا تھا تو نہایت سختی کے ساتھ اس کی تحقیق کراتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص کی غیر معمولی ثروت پر آپ کو شبہ ہو گیا تو آپ نے ان کی رعایت نہیں کی اور نہایت سختی سے محمد بن مسلمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے تفتیش کرائی۔ عبدالملک بن مروان خراج کے بددیانت افسروں کو برطرف کرنے کے بعد نہایت سختی سے ان کی ثروت کا جائزہ لیتا تھا اور جن لوگوں پر یہ شبہ ہو جاتا تھا کہ خراج کے افسروں کی امانتیں ان کے پاس رکھی ہیں ان سے اعتراف کرانے کے لیے انہیں سنگین سزائیں دی جاتی تھیں اور ان سے مال و دولت لے کر بیت المال میں داخل کرا دیا جاتا تھا۔ یہ تمام وظائف مسلمانوں کے فرمانرواکے ہیں اور قوم پر یہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے کہ وہ سرکاری حکام اور عمال کی شکایت اور جاسوسی کریں۔ حکام اور عمال کی بددیانتی میں بیت المال کی رقم کی خردبرد کی طرح خراج کی رقم سے اضافہ وصول کرنا اور اہل خراج کے اموال کو حیل اور فریب سے خردبرد کرنا سب شامل ہے۔

حضرت علی رضؓ نے شام کے مشہور مقام عقبرا کے عامل کو ظہر کے وقت ملاقات کی ہدایت فرمائی اور فرمایا میں تمہیں وہ وصیت کرتا ہوں جو میں نے تمہیں لوگوں کے سامنے کی ہے۔ دیکھو جب تم ان کے پاس پہنچو تو خراج و لگان میں نہ تو ان کے سردی اور گرمی کے لباس کو فروخت کرنا اور نہ ان کے روزانہ کھانے کی اشیاء کو اور نہ ان جانوروں کو جن سے وہ کاشت کرتے ہیں۔ اور خانہ داری کے ضروری سامان سے کوئی شئے خراج میں فروخت نہ کرنا بیشک ہم مامور کیے گئے ہیں کہ ان سے عفو کی مراعات کریں اگر تو نے میرے امر کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ تجھ سے مؤاخذہ کرے گا اور اگر مجھے اطلاع ملی کہ تو نے میرے امر کی تعمیل نہیں کی تو تجھے معزول کر دوں گا۔

(کتاب الخراج صلا)

آپ سوچئے اور خوب سوچئے کہ اسلام اپنے معاشی نظام میں ذمی کاشتکاروں کے لیے بھی مذکورہ بالا مظالم اور ان کے معاشی وسائل میں ضیق اور تنگی کو روا نہیں رکھتا ہے تو اسلام کا معاشی نظام ان کاشت کاروں کے حق میں کب ایسے مظالم کو برداشت کرے گا کہ وہ یا تو زمیندار کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرتے ہیں اور یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مزارعت کا معاملہ کیا ہے۔ اگر اسلام نے اپنے نظام میں ذمی کاشتکاروں کے معاش کے وسائل میں ضیق اور سختی کو روا نہیں رکھا ہے تو اسلام مسلم کاشتکار کے معاش کے وسائل میں ضیق اور تنگی کس طرح برداشت کرے گا کہ کاشتکاروں کو اپنے معاش کے لیے زمین کے استفادہ سے یہ کہہ کر روک دیا جائے کہ وہ کاشتکار اس زمین کا مالک نہیں ہے۔

## اسلام اور دوسرے نظام ہائے معاش میں فرق ہے

جن حضرات نے اسلام کے معاشی نظام کا اور اس کے مقابلہ پر سوشلزم یا اشتراکیت کا صحیح اور بغور مطالعہ کیا ہے ایسے حضرات خوب جانتے ہیں کہ اسلام اور اشتراکیت کے معاشی نظام میں تضاد اور بیّن طور پر فرق ہے اس لیے اشتراکیت کو اسلام سے یا اسلام کو اشتراکیت سے جوڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔

قرآن اور سوشلزم کے عنوان پر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے تبصرہ کیا ہے۔ میں ان کے الفاظ میں اس کو یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔

"ایک عام اور سب سے زیادہ مہلک غلط فہمی یہ پھیل گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں زکوٰۃ دے دینے کے بعد انفاق اور خیرات کے اور تمام اسلامی فرائض ختم ہو جاتے ہیں۔ جہاں ایک شخص نے رمضان میں اٹھنیوں اور روپوں کی پڑیاں باندھ کر تقسیم کے لیے رکھ دیں، سال بھر کے لیے اسے ہر طرح کے انسانی اور اسلامی تقاضوں سے چھٹی مل گئی حالانکہ ایسا سمجھنا یک قلم اسلام کو بھلا دینا ہے۔ اسلام نے مسلمان کو جس طرح کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے وہ محض اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ ہی کی زندگی نہیں ہے بلکہ منزلی، خاندانی، معاشرتی، جماعتی اور انسانی فرائض کی ادائیگی کی ایک پوری آزمائش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے اور جب تک ایک انسان اس آزمائش میں پورا نہیں اترتا اسلامی زندگی کی لذت اس پر حرام ہے اس پر اس کے نفس کا حق ہے اس کے والدین کا حق ہے رشتہ داروں کا حق ہے بیوی بچوں کا حق ہے ہمسایہ کا حق ہے اور پھر تمام نوع انسانی کا حق ہے اسکا فرض نہیں ہے کہ اپنی استطاعت اور مقدور کے مطابق یہ تمام فرائض ادا کرے اور انہی فرائض کی ادائگی پر اس کی زندگی کی ساری دنیوی اور اخروی سعادتیں موقوف ہیں یہ تمام فرائض ادا کئے جا سکتے جب تک کہ انفاق اور خیرات کے لیے انسان کا ہاتھ کشادہ نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے اعمال میں سے کسی عمل پر اتنا زور نہیں دیا ہے جس قدر نماز اور انفاق پر۔ اور منافقوں کی سب سے بڑی پہچان یہ بتلائی کہ انکی مٹھیاں بند رہتی ہیں انفاق کے لیے کھلتی نہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ جہاں سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کا ٹیکس دیدیا انفاق فی سبیل اللہ کے تمام مطالبات پورے ہو گئے صریح قرآن کی تعلیم سے اعراض کرنا ہے زکوٰۃ تو ایک خاص قسم کا ٹیکس ہے اور ایک خاص مقصد کے لیے لگایا گیا ہے جو سال میں ایکمرتبہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن ہماری زندگی کا ہر چوبیس گھنٹہ ہم سے انفاق کا مطالبہ کرتا ہے اور اگر ہم اسلامی زندگی کا توشہ لیکر دنیا سے جانا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ حسب استطاعت اس کے تمام مطالبات پورے کریں۔ دنیا میں دولت اور وسائل دولت کا احتکار اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ضروری تھا کہ اس کا ردعمل پیدا ہو چنانچہ اٹھارویں صدی میں موجودہ سوشیلزم کی بنیادیں پڑیں اور اب اس نے کمیونزم کی انتہائی صورت اختیار کر لی ہے اور پندرہ برس سے روس میں اس کا اولین تجربہ بھی ہو رہا ہے۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن کی تعلیم سرمایہ داری کے برفاد مٹانا چاہتی ہے اور دولت کی تقسیم کی حامی ہے تو کیا ایسا نہیں سمجھا جا سکتا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کا رخ بھی اسی طرف ہے جس طرف سوشیلزم جا رہا ہے؟ بلاشبہ یہ سمجھا جا سکتا ہے لیکن ایک خاص درجہ تک اور اس کی حقیقت سمجھ لینی چاہیئے

. . . . . دو صورتیں ہیں اور ضروری ہے کہ دونوں کا فرق ملحوظ رکھا جائے ایک صورت یہ ہے کہ دولت اور وسائل دولت کا احتکار روک دیا جائے اور کمانے والے فرد کو قانون سازی کے ذریعہ مجبور کیا جائے کہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ کمزور افراد کے لیے نکالے نیز اسٹیٹ کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے لیکن ساتھ ہی یہ اصل بھی تسلیم کیا جائے کہ معیشت کے لحاظ سے تمام افراد و طبقات کی حالت یکساں نہیں ہو سکتی اور یہ عدم یکسانیت اکثر حالتوں میں قدرتی ہے کیونکہ سب کی جسمانی اور دماغی استعداد یکساں نہیں اور جب استعداد یکساں نہیں تو ناگزیر ہے کہ جد و جہد معیشت کے ثمرات یکساں نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کر لیا جائے کہ جس قدر حاصل کر سکتا ہے وہ اس کا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف دولت کا احتکار ہی نہ روکا جائے بلکہ دولت کی انفرادی ملکیت بھی ختم کر دی جائے اور ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں اجباری قوانین کے ذریعہ اقتصادی اور معیشتی مساوات کی حالت پیدا کر دی جائے۔ مثلاً وسائل دولت تمام تر قومی ملکیت ہو جائیں انفرادی قبضہ باقی نہ رہے اور جسمانی و دماغی استعداد کے اختلاف سے معیشت کا مختلف ہونا بنائے حق تسلیم نہ کیا جائے۔ قرآن نے جو صورت اختیار کی ہے وہ پہلی ہے اور سوشیلزم جس بات کے لیے ساعی ہے وہ دوسری ہے دونوں کا مقصد یہ ہے کہ انسان اکثریت کی شقاوت دور کی جائے۔ دونوں نے علاج بھی ایک تجویز کیا ہے یعنی دولت کا اکتناز روکا جائے لیکن دونوں کا طریق کار ایک نہیں۔ ایک اختلاف معیشت سے تعرض نہیں کرتا اور اسے قائم رکھ کر راہ نکالتا ہے دوسرا اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مٹا دینا چاہتا ہے۔ اسلام اور سوشیلزم کا یہ اختلاف اگرچہ محض درجہ (ڈگری) کا اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن تہ میں مبدا کا اختلاف بھی موجود ہے۔ سوشیلزم کا نظریہ یہ ہے کہ مدارج معیشت کا اختلاف کوئی قدرتی اختلاف نہیں ہے لیکن قرآن میں اس طرح کے اشارات جا بجا پائے جاتے ہیں کہ یہ اختلاف قدرتی ہے اور ضروری تھا کہ ظہور میں آئے۔ وہ کہتا ہے اگر یہاں سب کی حالت یکساں ہو جاتی تو تزاحم و تنافس کی حالت پیدا نہ ہوتی اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہوتی تو انسان کی قدرتی قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کے لیے کوئی شے محرک کبھی نہ ہوتی اور اجتماعی زندگی کی تمام سرگرمیاں ظہور میں نہ آتیں جن سے یہ تمام کارخانہ چل رہا ہے۔" ترجمان القرآن ص ۱۲۵-۱۲۶ ج ۲

غرض یہ کہ اسلام صدقات واجبہ زکوٰۃ عشر خراج کے علاوہ بھی مسلمانوں پر مختلف اصناف کیلئے مزید حقوق عائد کرتا ہے ان کے ادا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنے فرائض کے ادا کرنے کا اس کو حق دیا گیا ہے۔ اور ارباب حقوق کیساتھ حسن سلوک پر مامور کیا گیا ہے کہ جو لوگ بڑائی اور بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا امر کرتے اور سکھاتے ہیں اور اللہ کے فضل اور احسان کو چھپاتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا اور ایسے لوگ اللہ کے ناشناسوں سے ملتے ہیں اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ قرآن شریف ارباب حقوق کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید اور اہتمام میں دولت کی تقسیم کرنے کی ہدایت اور دولت کو احتکار اور خزانہ بنانے سے نہی کرتا ہے۔ اور یہ سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کی صریح اور بین شہادت ہے۔

## اسلام کا قانون وراثت

اسلام کا قانون وراثت جن حضرات نے پڑھا ہے وہ خوب جانتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ وہ سرمایہ داری کی اصل جڑ اکتناز اور احتکار کو مٹاتا ہے اور اس کی جگہ قانون وراثت میں تقسیم دولت کی راہ کھولتا ہے اور ایسا نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس سے ثروت و دولت ہمیشہ گردش میں رہے اور ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھ میں پہنچے اور کسی ایک فرد تک اس کا فائدہ مخصوص نہ رہے اور اس حکیمانہ نظامِ وراثت میں قرآن شریف نے مثبت طریقہ پر غیر متبدل سبیل پر بنی نوع انسان کی راہنمائی کی ہے کہ دولت کسی مخصوص طبقہ کیلئے محدود نہیں ہے اور دولت جمع کرنے اور اپنے لیے مخصوص کرنے کیلئے نہیں بلکہ دوسروں میں تقسیم کرنے کیلئے ہے اس کی تقسیم ہونی چاہیئے۔ اور نیز اسہام وراثت کے تعین کرنے میں قرآن شریف نے امتیاز رکھنے میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہا ہے کہ درجات معیشت تمام افراد کے یکساں نہیں ہیں۔ ان میں امتیاز رکھنا فطری امر ہے۔

## اسلام اور سوشیلزم دو الگ الگ مسلک ہیں

(مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم لکھتے ہیں "بہر حال قرآن نے اجتماعی مسئلہ کا جو حل تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مدارج معیشت کی مساوات قائم کرنی نہیں چاہتا لیکن معیشت کی مساوات ضرور قائم کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے یہ بات ضروری نہیں کہ سب کو ایک ہی طرح پر سامان معیشت ملے لیکن یہ ضروری ہے کہ ملے سب کو اور سعی و ترقی کی راہ یکساں طور پر سب کے سامنے کھل جائے۔ اس نے ہر طرح کے نسلی خاندانی جغرافیائی اور طبقاتی امتیاز مٹا دیے۔ اس نے زندگی کے ہر میدان میں انسانی مساوات کا اعلان کر دیا ہے۔ اس نے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں جو سوسائٹی کے اونچے طبقوں نے کمزور افراد کی خوشحالی و ترقی کی راہ میں پیدا کر دی تھیں۔ اس نے قانون سازی کے ذریعہ دولت کا احتکار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



و اختصاص روک دیا۔ اس نے زندگی کے ہر گوشہ میں دولت کے اکتناز کی جگہ دولت کی تقسیم پر زور دیا اس نے اس بات سے قطعاً انکار کر دیا کہ دولتمندی بجائے خود کوئی حق ہے۔ اس نے بے اعتدالانہ سرمایہ داری کی تمام راہیں روک دیں۔ اس نے سود کی ہر شکل حرام کر دی اُس نے جوا کو کسی حالت میں جائز نہ رکھا پھر ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہ کہ انسانی زندگی کے اعمالِ حق میں انفاق فی سبیل اللہ کو سب سے زیادہ نمایاں جگہ دی اور ہر کمانے والے فرد کو سالانہ ٹیکس کے ذریعہ مجبور کر دیا کہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ دوسروں کے لیے بھی نکالے پس یہ نقشہ ہے جو اسلام نے اجتماعی نظام کا بنایا ہے۔ لیکن سوشیلزم صرف اتنے ہی پر قانع نہیں رہنا چاہتا وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ انفرادی ملکیت کی جگہ قومی ملکیت کو قائم کر دے اور مدارج معیشت کا اونچ نیچ معدوم ہو جائے وہ یہ اصل تسلیم نہیں کرتا کہ احوال معیشت کا اختلاف قدرتی ہے اور اجتماعی زندگی کی سرگرمی و ترقی کے لیے محور اور محرک وہی ہے۔ وہ کہتا ہے اس وقت تک حالت ایسی ہی رہی ہے لیکن اگر سوسائٹی کا نظام مساوات معیشت پر قائم کیا گیا تو دوسری طرح کے ذہنی اور معنوی محرکات پیدا ہو جائیں گے اور کارخانۂ معیشت کی سرگرمی اسی طرح جاری رہے گی جس طرح اسوقت تک جاری رہی ہے دنیا کا اسوقت تک کا تجربہ اس کے خلاف ہے۔ اور روس کا نیا تجربہ بھی اس وقت تک اپنے نظریوں کو عملیت کا جامہ نہیں پہنا سکا ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ سوشیلزم کو اس مطالبہ کا حق ہے کہ مزید تجربہ کا موقع دیا جائے۔" (ترجمان القرآن صـ ۱۳۷ ج ۱)

آج اگر بعضے حق ناشناس انفرادی اور کاروباری سود کی تفریق و تقسیم کرتے ہوئے انفرادی سود کو حرام اور کاروباری سود کو حلال قرار دیتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور اسلام کی طرف اس کو منسوب کرتے ہیں تو یہ ان کا کور پنا اور اسلام میں محرفانہ تصرف ہے وہ اسلام نہیں ہے اور اگر مغرب کی تقلید میں مہذب شکل میں جوا بازی کے جواز کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ اسلام سے ان کی بغاوت ہے اور مغرب کی اندھی تقلید ہے۔ اسلام نے انفرادی اور کاروباری سود پر سود کی حرمت اور حلت کو تقسیم نہیں کیا ہے جیسا کہ حرمت زنا اور حلت زنا کو مزنیہ کی مرضی اور جبر پر تقسیم نہیں کرتا ہے جیسا کہ اسلام بغیر کسی قسم تقسیم زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور مزنیہ کی رضامندی کی آڑ میں زنا کی سزا سے زانی کو معاف نہیں کرتا اسی طرح انفرادی اور کاروباری تقسیم پر کاروباری سود کو اسلام حلال قرار نہیں دیتا ہے۔ سوشلزم سود اور دوسرے امور کی حلت اور حرمت سے اسی لیے بھی بحث نہیں کرتا کہ وہ کسی آسمانی دین کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ سوشلزم کے سامنے صرف کمائی کرنا اور استحصال منافع ہے خواہ اس کا طریقہ جائز ہو یا ناجائز۔ اور بعض حق شناس مسلمان کاروباری سود کی حلت پر اس لیے زور دے رہے ہیں کہ وہ مغرب کے سرمایہ دارانہ دین کو اپنانا چاہتے ہیں۔ اسلام شخصی اور انفرادی ملکیت کو صحیح اور جائز تسلیم کرتا اور اس کے احترام کو قائم رکھتا ہے کسی کو بھی اس میں تعدی اور دست درازی کا حق نہیں دیتا۔ مگر اس پر حقوق اور فرائض بھی عائد کرتا ہے اور اس قدر آزاد مطلق بھی نہیں چھوڑتا کہ مالک جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے ملک کے حاصل کرنے اور اس کے بڑھانے میں اسلام ظلم کو تشدد کو بے رحمی کو ناجائز قرار دیتا ہے رحم اور شفقت کو قائم کرتا ہے۔ اسلام افراد نسل انسانی کو انفراد اور اجتماع دونوں کا غلام نہیں بناتا اس لیے فرد فرد کی ملک کو قائم رکھتا ہے اور محدود نہیں کرتا۔ اور ہر فرد کو اپنے ملک میں جائز تصرف کرنے کا پورا حق دیتا ہے۔ اسلام کے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق مسلمان کی ثروت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دولت کے اضافہ سے کسی فرد کی غربت اور افلاس میں اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی دولت اجتماعی ثروت اور دولت میں صحت مند دولت کا اضافہ کرتی ہے۔ اسلام ایثار، انفاق اور شریفانہ زندگی بسر کرنے کے پاس خاطر فکر اور عاقبت اندیشی کے پیش نظر دولت حاصل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی تعلیم دیتا ہے مگر سوشیلزم یا اشتراکیت کا نظریہ صحت مند فکر و نظر کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ مزدوروں کو سرمایہ داروں کے ظلم و استبداد سے نکالنے کے لیے تشدد کی راہیں سمجھاتا ہے اور سرمایہ داری کے مظالم سے انتقام کا متعصبانہ جذبہ اور سرمایہ داری کے خلاف لوٹ کھسوٹ اور مار دھاڑ کا حربہ ہے اور مکر و فریب کے جواز اور رواج دینے کے لیے خوشنما پھندا ہے مذہب اور اخلاق سے اس کو دور کا واسطہ نہیں ہے بنی نوع انسان کی بے لوث ہمدردی سے ناآشنا ہے مزدور کو اس کا پورا حق نہ دینا اس پر شفقت نہیں بلکہ پوری تعدی ہے۔ افراد کے املاک اور اموال کو اپنے قبضہ اور تصرف میں رکھنا انصاف کا خون اور ظلم و عدوان کا سیلاب ہے حکومت یا اجتماع کی غلامی کا طوق کسی کے گلے میں ڈالنا اور کسی شے میں اپنے اختیار اور ارادہ سے تصرف کرنے کو روکنا انسانیت کی بڑی ذلت ہے۔ افراد کی ثروت اور دولت کو روکنا اور حکومت کو بڑا سرمایہ دار اور عظیم اژدہا بنا دینا جس کو چاہے اور جب چاہے نگل جائے۔ اور افراد انسانی کو ملک کے جانوروں کی طرح کھرلی پر کھڑا کرنا اور جس قدر چاہا چارہ ڈال دیا جائے افراد نسل انسانی کے لیے ایسا ذلت آمیز نظریہ ہے جس کو کوئی غیرت مند اور عزت نفس کا متلاشی شریف انسان برداشت نہیں کرتا۔ اسلام اور اشتراکیت کے مابین بڑا مانع اور حائل یہ بھی ہے کہ اسلام ملک کے افراد کو توانا اور خوش حال رکھنا چاہتا ہے تاکہ ترقی کی راہ میں ملک کے افراد تنگدست اور پریشان نہ ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس لیے اسلام حکومت کو زیادہ دولتمند بنانے کے لئے حقوق عائدہ کے علاوہ مسلمانوں پر اسلام مزید ہاؤس ٹیکس پراپرٹی ٹیکس انکم ٹیکس وغیرہ کے اضافہ کرنے کا حکومت کو حق نہیں دیتا ہے اور حکومت اور حکومت کے عمال اور حکام کو فضولیات سے پرہیز اور عیش و عشرت کے سامان ترک کرنے اور مصارف میں کفایت کرنے کی ہدایت کرتا ہے تاکہ ملک کی ضروریات کے پورا کرنے میں حکومت دوسروں کی دست نگر اور ملک کے افراد پر مزید ٹیکس لگانے کے لیے مجبور نہ ہو اور باہر سے قرضہ کے بوجھ اُٹھانے کی مجبوری پیش نہ آئے۔ اور ملک کے افراد کا پورے اخلاص اور ہمدردی سے حکومت کیساتھ تعاون قائم رہے۔ سوشیلزم میں ملک کے افراد حکومت کی ہر جائز اور ناجائز روش اور اقدام میں اگر ساتھ دیتے ہیں تو یہ انکی اور معاشی مجبوری ہے کہ اس کے سوا ان کے لیے دوسرا چارہ نہیں ہے اور حکومت کو ضرورت پڑنے پر ملک کے افراد ایثار اور قربانی کرتے ہیں دفاع اور حکومت کے استحکام میں کسی طرح کی پس و پیشی اور تامل کو جائز نہ رکھیں۔ جیسا کہ ہمارے ملک میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں کہ وہ ذاتی وسائل منافع میں کروڑہا در کروڑہا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر سکتے ہیں مگر قوم کی اجتماعی حالت یہ ہے کہ وہ باہر کے قرضہ کے دباؤ سے پس رہی ہے۔ اور کسی بنیا کو یہ خیال نہیں گزرتا کہ وہ اپنا سرمایہ ملک اور قوم کی بہتری اور اجتماعی حکومت کی ضروریات میں صرف کردے۔ مگر سوشیلزم ملک کے افراد کی ثروت اور دولت کو سرے سے برداشت نہیں کرتا اور ملک کے افراد کو اپنی سعی اور محنت سے حاصل کی ہوئی دولت میں اپنے اختیار اور ارادہ سے تصرف کرنیکا حق نہیں دیتا۔ کیا اس تضاد اور اختلاف نظر کے باوجود بھی سوشیلزم اسلام سے یا اسلام اشتراکیت سے میل کھاتا ہے؟ اسلام اپنے نظام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں فرد اور اجتماع کو ممتاز نہیں کرتا۔

اسلام بیت المال (سرکاری خزانہ) میں بھی ملک کے افراد کو حکومت کے عمال سے الگ نہیں رکھتا ہے۔ حکومت کے حکام اور عمال کو زیادہ فضیلت اور امتیاز کا حق نہیں دیتا بلکہ بیت المال نے تمام قضاۃ اور عمال کے لیے اور جو بھی دین اور مسلمانوں کے امور میں اشتغال رکھتا ہے بقدر کفاف ارزاق دیتا ہے مگر یہ ان کی مزدوری اور ان کے کسی عمل کا بدل اور اجرت نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاصؒ ج ۲ ص ۸۰)

حضرت عمرؓ نے فرمایا بیت المال کے ساتھ میری اس قدر نسبت اور تعلق ہے جس قدر یتیم کے مال سے اس کا ولی بقدر کفایت اگر اس کو ضرورت ہے لیتا ہے۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں بیت المال سے کچھ نہیں لیتا اور جب مجھے فراخی ہوتی ہے تو بیت المال کو واپس کرتا ہوں۔ (روح المعانی)

اور بہت سے حضرات تابعین نے جیسے سعید بن جبیرؒ حضرت مجاہدؒ، حضرت ابی العالیہ، حضرت ابی وائل، حضرت عبیدۃ السلمانی، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم، حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت مکحول نے فرمایا ہے کہ ضرورت کے وقت بقدر حاجت و کفاف بیت المال (سرکاری خزانہ) سے لیا جا سکتا ہے۔

(احکام القرآن للجصاصؒ ج ۲ ص ۷۷)

اور اسی طرح سورۃ نساء کی آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے بھی حضرت عمرؓ کا مذکورہ قول روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت عمرؓ نے ربیع بن زیاد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا میری اور میری قوم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک قوم سفر کر رہے ہے اور اپنے نفقات کو اپنے میں سے کسی ایک شخص کو یہ کہہ کر سپرد کر دے کہ اس کو ہم پر خرچ کر دے۔ کیا اس شخص کے لیے یہ حلال ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ قوم کے نفقات میں سے اپنے لیے کچھ رکھے؟ فرمایا اسی طرح میرے پاس یہ دولت قوم پر خرچ کرنے کے لیے ہے۔

(کنز العمال ص ۲۷۲ ج ۱۴ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

عتبہ بن فرقد کو آذربیجان میں ایک خاص قسم کی غذا پیش کی گئی جو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے بڑی مقدار میں بنوا کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس اپنے قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے اس قاصد سے پوچھا کیا وہاں کے مسلمانوں نے اس کو پیٹ بھر کھایا ہے؟ قاصد نے کہا امیر المومنین نہیں حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کو واپس کرتے ہوئے یہ لکھ کر بھیجا۔ یہ دولت تیری محنت اور سعی سے حاصل نہیں کی گئی ہے۔ اس کو وہاں کے تمام مسلمانوں کو پیٹ بھر کھلاؤ جیسا کہ تم اس کو پیٹ بھر کھاتے ہو۔

(کنز العمال ص ۲۷۵ ج ۱۴)

حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں نے بصرہ کی جامع مسجد میں رسول اللہ صلعم کے چند صحابہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زہد اور انکی فتوحات اور انکی حسن سیرۃ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو میں ان کے قریب ہوا ان میں احنف بن قیس تمیمیؓ بھی تھے میں نے انکو یہ کہتے ہوئے سنا ہمیں حضرت عمرؓ نے جہاد کے لیے عراق میں بھیجا ہم نے عراق اور فارس کے شہروں کو فتح کیا اور ہم نے ان سے بہت سا سامان اور نقدی کو غنیمت میں سے لے لیا۔ جب ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ہم سے اعراض کیا اور ہم سے نہیں بولتے تھے۔ صحابہؓ پر یہ بات بڑی شاق گزری اور عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کے اعراض اور جفا کی شکایت کی حضرت عبد اللہ نے انکو جواب دیتے ہوئے کہا امیر المومنین حضرت عمرؓ نے آپ کو اس طرح کا لباس پہنے ہوئے دیکھا جس طرح کے لباس میں امیر المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بعد خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ کو نہیں دیکھا تھا ہم اپنے منازل میں واپس ہوئے اور ہم نے وہ لباس اتارا اور پھر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسوقت حضرت عمرؓ نے ہم میں سے ایک ایک کو سلام کیا اور معانقہ کیا گویا اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے ہم کو نہیں دیکھا تھا پھر ہم نے غنائم پیش کئے اور حضرت عمرؓ نے انکو ہم پر مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ اور انواع خبیص بھی حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کئے گئے حضرت عمرؓ نے اس کو چکھ لیا اس کا مزا طیب تھا اس کی خوشبو طیب تھی اور فرمایا مہاجرین اور انصار کے گروہ تم میں سے ضرور اس قسم کے کھانے پر بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو قتل کریگا پھر آپ نے امر دیا اور جن حضرات مہاجرین اور انصار نے رسالتمآبؐ کے سامنے شہادت کا جام نوش فرمایا تھا انکے پاس انواع خبیص بھیجا۔ اور صحابہؓ آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے لوگو امیر المومنین کے اس زہد اور اس لباس کو دیکھو کسریٰ اور قیصر کے بلاد کو اس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ نے فتح کرایا اور عرب و عجم کے وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ یہ جبہ پہنے ہوئے ہیں جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں! اور صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو کچھ تبدیلی کی استدعا کرنی چاہی مگر کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی اور ایک بڑی بحث اور کوشش کے بعد حضرت عائشہؓ کو حضرت عمرؓ کے ساتھ اس قسم کی گفتگو کرنے کے لیے انتخاب کیا۔ حضرت عائشہؓ کے ذکر کرنے پر حضرت عمرؓ نے رسالتمآبؐ کے معاش کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے لیے کفاف اور قناعت کو پسند فرمایا۔

(کنز العمال ص ۲۸۴ ج ۱۲)

یہ ہے اسلام کا سیدھا سادہ معاشی نظام جسمیں امیر اور غریب کی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ اور راعی اور رعایا کیلئے ثروت اور دولت کی تخصیص نہیں اور مسلمانوں کے راعی کو لباس میں، رہنے سہنے میں، کھانے پینے میں، کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قسم کے تکلفات کا امتیاز نہیں دیا گیا اور مسلمانوں کا راعی مسلمانوں کی دولت سرکاری خزانہ کا ایک امین ہے کہ وہ ضرورت کے وقت سرکاری خزانہ سے بقدر کفایت لینے کا حق رکھتا ہے اور کفاف سے زائد کسی قدر رقم لینے کی اجازت اس کو بیت المال سے نہیں دی جاتی۔ اور مسلمانوں کے راعی کو اپنے تمام معاش میں مسلمانوں کی دولت سے امتیاز اور فضیلت کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کا راعی عام مسلمانوں کی ضروریات زندگی کی سطح سے اپنی ضروریات حیات کو بالا اور بلند رکھنے کا حق نہیں رکھتا اور اپنی اور تمام حکام اور عمال کی ضروریات کو اس پیمانہ میں تولتے ہیں جس میں عام مسلمانوں کی حاجات تلتی ہیں اور ایسی اشیاء کو اپنی ضروریات میں اور حکام و عمال کی ضروریات میں مخصوص کرنے کا حق نہیں جانتے جنکو تمام مسلمانوں کے لوازمات میں فراہم نہیں کر سکتے۔ اور اپنے ایسے عمال کو بھی جن کے سروں پر عراق اور بلاد فارس کی فتوحات کا سہرا ہے اس طور و طرز میں دیکھنا پسند نہیں کرتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و طریقہ کے خلاف تھا۔ کیا لینن اور مارکس کی اشتراکیت کے علمبرداروں میں اس طرح کے اخلاقی اور مساویانہ دواعی اور محرکات اور بنی نوع انسان کی بے لوث اور مخلصانہ ہمدردی اور مشفقانہ جذبات کے نظائر مل سکتے ہیں جسطرح کہ حاملین اسلام نے محض انسانیت کے احترام اور حقوق انسانی کی حفاظت میں کسی دوسرے مفاد کی وابستگی کے بغیر معیشت کے حق میں مساوات کا نمونہ قائم کیا ہے؟

اسلام اگر حکمران اور اس کے حکام اور عمال کو رزق اور معیشت کے درجات میں افراد قوم کے مقابلہ پر امتیاز اور تفوق نہیں دیتا ہے بلکہ ہر ایک کے مناسب کفاف کے اصول کو قائم رکھتا اور رکھنے کی ہدایت کرتا ہے تو بدیہی طور پر اسلام کے یہ اصول ثابت ہوتے ہیں کہ غریب کی طرح امیر کو بھی اسلام ملک تسلیم کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے اور اسلام اس کا روادار نہیں ہے کہ امیر کی دولت کو یا اس کے معاش کے وسائل کو اس سے چھین کر غریب کو اس کا مالک بنا دے اسلام امیر اور غریب دونوں طبقوں کو مالک تسلیم کرتا ہے اور سوشیلزم دونوں میں سے کسی ایک طبقہ کو بھی مالک تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اسلام امراء اور دولتمندوں کو دولت کی تقسیم کا امر دیتا ہے اور سوشیلزم غریبوں پر امراء اور دولتمندوں کو دولت کی تقسیم کی کہیں ہدایت نہیں کرتا ہے۔ اسلام کسی گروہ اور پارٹی کو دولت کے لیے مخصوص نہیں کرتا اور سوشیلزم سوشیلسٹ پارٹی کو حکومت اور دولت دونوں پر قابض رکھتا ہے اور تمام قومی وسائل معاش کو سوشیلسٹ کے لیے ملک اور مخصوص بناتا ہے اور عوام مفلس کے مفلس اور قلاش رہتے ہیں۔ اسلام کے نظام میں احتکار اور اکتناز کو اس لیے روک دیا گیا ہے کہ کسی خصوصی گروہ یا پارٹی کے لیے دولت اور معاش کے وسائل مخصوص ہو کر نہ رہ جائیں۔ مگر سوشیلزم دولت کی تقسیم کے اصول کو تسلیم نہیں کرتا اور ملک کی تمام دولت اور دولت کے وسائل کو اپنی پارٹی سوشیلسٹ کے لیے مخصوص کرتا ہے۔ اسلام اور سوشیلزم دو متضاد اور ایک دوسرے کے بالمقابل دو الگ ایک نظام ہیں۔

سوشیلزم پسند جدت طراز حضرات کی جنکو حضرات علماء اور اسلام کے معاشی نظام کے اصول سے استفادہ کرنے کا موقع کم ملا ہے یہ نامسعود کوشش ہے کہ کبھی اسلامی نظام معاش کو سوشیلزم سے جوڑتے اور پیوند لگاتے ہیں اور کبھی اسلام کو سوشیلزم کے مشابہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی اہل علم کو اپنی صف میں کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں اور اپنی تائید میں اہل علم کے ایسے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جن سے اہل علم کا دامن پاک ہے۔

---

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# معیشت کے وسائل

معیشت کے وسائل اگرچہ مختلف صورتوں میں متعدد ہو سکتے ہیں مگر زراعت تجارت صنعت و حرفت معاش کے بنیادی وسائل ہیں۔ اور انہیں بھی زیادہ اہم اور سب سے مقدم زراعت ہے کہ اس کے بغیر تجارت اور حرفت بے کار اور معطل بھی ہو سکتے ہیں اور کسی نے اس طرح کہا ہے۔ زمین محنت اور اصل معیشت کی ترقی کے ستون ہیں اصل درحقیقت دولت کا دوسرا نام ہے مگر دولت کے استعمال سے اگر دولت حاصل کی جاتی ہے تو وہ اصل کا ملاقی ہے جیسا کہ مکان کرایہ پر دیا جائے، زمین اجارہ پر دی جائے اور دیگر اس قسم کی چیزیں اور اگر دولت سے دولت نہیں حاصل کی جاتی بلکہ اپنی حاجات اور ضروریات میں صرف کی جا رہی ہے تو اس کا نام دولت ہے یہ درست ہے کہ دولت کے حاصل کرنے کے لئے زمین محنت اور دولت مؤثر اسباب ہیں۔ مگر زراعت تجارت صنعت و حرفت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے زمین محنت اور دولت کے بغیر معاش کے کسی بنیادی ذریعہ سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ انسانی معیشت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں اور اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب انسان کی ضروریات بہت زیادہ ہو گئیں اور ان میں ہر ایک اپنی حاجت کو ایسے عمدہ طور پر پورا کرنا چاہتا تھا کہ جس سے آنکھوں کو تازگی اور دل کو سرور حاصل ہو تو ہر ایک کو تنہا ان کی انجام دہی مشکل ہو گئی کیونکہ بعض کے پاس ضرورت سے زیادہ کھانا تھا لیکن پانی نہ تھا اور بعض کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی تھا لیکن کھانا نہ تھا تو ہر ایک دوسرے کا محتاج ہو گیا اور سوائے مبادلہ کے اور کوئی صورت نہ بن پڑی پس یہ مبادلہ ان کی رفع حاجت کے لیے اچھا قرار پایا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضرورتاً یہ قرار پایا کہ ہر شخص ایک حاجت کے سرانجام کی طرف متوجہ ہو اس کو خوب مستحکم کرے اور اس کے تمام وسائل مہیا کرنے کی کوشش کرے اور بواسطہ مبادلہ اپنی تمام حاجات کا ان کو ذریعہ بنائے پس یہ لوگوں کی نظر میں ایک مسلم قانون بن گیا اور اس کے آگے فرماتے ہیں اور کسبی پیشوں کے اصول زراعت چارپاؤں کو چرانا اور خشکی اور تری سے مباح چیزیں لانا جیسے معدنیات نباتات اور حیوانات ہیں اور نجاری آہنگری اور کپڑا بافی اور دیگر دستکاریاں ہیں جو قدرتی جوہروں کو کارآمد کر سکتی ہیں پھر تجارت بھی ایک پیشہ ہو گیا اور شہر کے مصالح کا سرانجام دینا بھی پیشہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہر وہ کام جس کی طرف لوگ محتاج ہوتے پیشہ ہوتا گیا۔ پھر جوں جوں لوگوں نے ترقی کی اور عیش و عشرت میں غرق ہوتے گئے اسی قدر مقاصد کے متعلقات پھیلتے گئے اور ہر ایک شخص ایک ایک پیشہ کے ساتھ مخصوص ہو گیا جس کی دو وجہیں ہیں۔ وجہ اول مناسبت قویٰ ہے۔ پس بہادر آدمی جنگ کے لیے مناسب ہے اور زیرک اور جس کا حافظہ قوی ہے حساب کتاب کے لئے اور نہایت توانا بار برداری اور محنت کے کاموں کے لیے مناسب ہے۔ اور وجہ دوم ارتفاقات ہے پس لوہار کے بیٹے اور اس کے ہمسایہ کے لیے جس قدر یہ کام آسان ہو گا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتا اور نہ ان کو ہی دوسرا کام ایسا آسان معلوم ہو گا اسی طرح دریا کے ساحل پر بسنے والوں کے لیے مچھلی کا شکار کرنا جتنا آسان ہو سکتا ہے کسی دوسرے کے لیے اتنا سہل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی دوسرا کام اس قدر سہل ہو سکتا ہے باقی رہے وہ لوگ جن کو کوئی اچھا پیشہ نہیں آتا تو انھوں نے شہر کے لیے ضرر رساں پیشے اختیار کئے جیسے چوری، جوا، گداگری۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد اول باب فن المعاملات)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غرض یہ ہے کہ انسانی ضروریات بہت ہیں اور ایک اکیلا انسان اپنی تما
حاجات کو کما حقہ، پورا نہیں کر سکتا اس لیے تمام افراد نسل انسانی اپنی حاجات
ضروریات کے پورا کرنے میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور جس کے پاس ا
حاجت سے زائد چیز موجود ہے تو اس کے عوض اور مبادلہ میں دوسرے سے
اس چیز کو حاصل کرتا ہے جس کی حاجت اور ضرورت تھی اس طرح اشتراک
اور باہمی تعاون میں انسانی معاش اور معاشرہ کا نظام قائم ہو گیا اور زراعت تجا
صنعت و حرفت اصول مکاسب قرار پا گئے۔ اور جوں جوں ارتقاء کے میدا
میں لوگ آگے بڑھتے گئے اسی قدر ہر شخص نے اپنے مناسب ایک پیشہ اختی
کیا اور اس اشتراک اور باہمی تعاون کو انسانی معیشت کا صحیح اصول کہا جا سکتا
جس سے انسان کی حاجات اور ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے اور اس اشتراک ا
تعاون کی بنیاد بھی صرف اس قدر ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور حاجت کو پورا
کرنا چاہتا ہے اور اگر اشتراک اور تعاون کے نام پر دوسروں کی معیشت میں
تنگی پیدا کی جاتی ہے اور ان کی احتیاج میں اضافہ کیا جاتا ہے تو وہ مذمو
اور فاسد معاش ہے اور انسانی معاش کہلانے کا حق نہیں رکھتی جیسا کہ بعض کمپنی
باہمی اشتراک و تعاون کے نام پر اس طرح کے مفاسد کو انجام دے ر
ہیں۔ نیز حضرت شاہ صاحب رح کی تحریر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انسان
اس کام کو سہولت کے ساتھ صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے جس کے سا
اس کی مناسبت ہوتی ہے لہذا معاشرہ میں ہر شخص سے اس کے مناسب کا
کا استفادہ کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے وظائف کے انجام دینے میں نا اہل
ثابت نہ ہو۔ اور نیز حضرت شاہ صاحب کے بیان سے یہ بھی واضح ہو
ہے کہ جو لوگ مدنیت کے مضر رساں پیشے اختیار کرتے ہیں جیسے جوا چور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور گداگری وغیرہ یہ وہ بیکار اور نااہل لوگ ہیں جو معاشرہ کے لیے مضر ہیں اور معاشرہ میں انکی ضرورت نہیں ہے اور شہری مدنیت کو ان کے تباہ کن ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھنا اجتماعی طاقت کا فرض ہے۔ بنی نوع انسان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاش کے مذکورہ اساسی وسائل کا قیام لازم اور ضروری تھا۔ اور تدرتی طور پر معاشی ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے معیشت کے بنیادی وسائل کے قائم کرنے پر انسانی نسل کے افراد مجبور ہیں کہ ان کے بغیر انسانی معیشت کا تصور نہیں ہے مگر انسان اپنے معاش کے بڑھانے اور وسائل معیشت میں اضافہ کرنے پر حریص بھی ہے اور ظلم و تشدد کا روادار بھی اس لیے ضرورت تھی کہ معاشی نظام کو انسان کے ظالمانہ مفاسد سے اور ایک طبقہ کی مجرمانہ ترقی سے معیشت کے وسائل کو ابتری سے محفوظ کیا جائے جس سے معاشی نظام متوازن رہے اس لیے اسلام نے معیشت کے وسائل کو ایسے خطوط پر قائم کرنا چاہا ہے جس سے انفرادی شعبہ زندگی کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور اجتماعی نشوونما کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے اور ملک کے ایک ایک فرد کو استفادہ کرنے کا یکساں موقع مل سکتا ہے یعنی باہمی اشتراک اور تعاون کے اصول قائم رکھے جائیں تاکہ ملک اور ملت کی اجتماعی معیشت صالح اور صحت مند رہے۔

## بنیادی معاشی وسائل کی ضرورت

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں (واضح ہو کہ جب کسی شہر میں مثلاً دس ہزار آدمی ہوں گے تو سیاست مدنیہ کو ان کے پیشوں سے بحث کرنی پڑے گی کیونکہ اگر ان میں سے اکثر صنعت اور سیاست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شہر کسا میں مشغول ہو کر کسب کریں اور ان میں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے
اور زراعت کے پیشے میں مشغول ہوں تو دنیا میں ان کی حالت خراب ہو جائے گی
اور اگر شراب کشی اور بت تراشی کا پیشہ اختیار کریں تو اس سے لوگوں کو اس طور پر
ان کے استعمال کرنے کی ترغیب ہو گی جو ان کے درمیان مروج ہے پس اس
سے دین میں انکی ہلاکت ہے اور اگر پیشہ وروں پر پیشوں کے اس دستور کے موافق
تقسیم کی جائے جو حکمت کا مقتضیٰ ہے اور برے پیشہ کرنے والوں کو ان
برے پیشوں سے روکا جائے تو لوگوں کی حالت درست ہو گی اور اسی طرح
شہروں کی خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کو زیورات لباس
اور مکانوں کے دقائق کیطرف اور عورتوں کے حسن کی طرف اور انھیں کی مثل
اور چیزوں کی طرف اس ضرورت سے زیادہ رغبت دلائی جائے جس کی تدابیر
ضروریہ اقتضا کرتی ہیں اور جو لوگوں کے لیے ضروری ہیں اور جن پر عرب و عجم
کا اتفاق ہے اور لوگ امور طبعیہ میں تصرف کر کے ایسے پیشے اختیار کریں جن
سے رؤسا کی خواہشات پوری ہوں پس ایک قوم لڑکیوں کو ناچنا گانا اور حرکات
متناسبہ لذیذہ کے سکھانے کی طرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑوں کے
اندر قسم قسم کے خوش رنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختوں کی صورتیں
اور عجیب عجیب نقش و نگار بنانے کی طرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ سونے
اور قیمتی جواہرات میں عجیب و غریب صنعتیں نکالنے کی طرف متوجہ
ہوں اور کچھ لوگ بلند بلند مکان بنانے اور ان کے نقش و نگار کرنے کا پیشہ
اختیار کریں۔ پس جب لوگوں کی ایک جماعت کثیر ان پیشوں کی طرف متوجہ ہو گی
تو ضروری ہے کہ اسی قدر زراعت۔ تجارت لوگوں سے متروک ہو جائے
گی اور جب شہر کے امراء ان چیزوں میں روپیہ صرف کریں گے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی قدر شہر کی دیگر مصلحتوں میں کوتاہی ہو جائے گی اور اس سے یہ بات پیدا ہو گی کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہیں مثلاً کاشت کار تجار اور اہل صنعت پر تنگی ہو گی اور ان پر زیادہ ٹیکس لگایا جائے گا اور اس میں شہر کے لیے بڑا ضرر ہے جو اس کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہنچ کر تمام شہر کو گھیر لے گا۔ اور اس میں اس طرح پھیل جائے گا جس طرح دیوانے کتے کے کاٹے کا اثر اس شخص کے تمام جسم میں پھیل جاتا ہے جس کو اس نے کاٹ لیا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ابواب ابتغاء الرزق)

غرض یہ کہ معیشت کے بنیادی وسائل کا ملک میں متوازن رکھنا ضروری ہے ورنہ ملک اور قوم کی حالت فاسد اور ابتر ہو جائے گی۔ اور اگر ملک میں ایسے پیشے اختیار کئے جائیں جن سے عیش پرستانہ معیشت کو مدد ملتی ہے اور صرف ایسے پیشہ ور دولت کی کمائی کر سکتے ہیں تو اس کا انجام قوم کی ہلاکت اور ملک کی معیشت کی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس لیے کہ امراء کا رخ ایسے امور کی طرف ہو جائے گا جو سراسر عبث اور فضول ہونے کے علاوہ ملک کے معاشی نظام کو فاسد بنانے اور برباد کرنے کے مؤثر اسباب ہیں اور پیشہ ور امراء کی خواہشات کو پورا کرنے میں زراعت اور تجارت جیسے اہم اور بنیادی مسائل معیشت کی طرف سے بے توجہی کریں گے اور ملک کے اجتماعی نظام کو خطرات کا سامنا ہو گا اور ملک کی مدنیت مفلس اور قلاش ہو جائے گی تجار اور کاشت کار ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے دب جائیں گے اور ملک اور قوم کی دولت امراء کی خواہشات میں صرف ہو گی۔ اور اسلام تمام بنیادی معاشی وسائل میں مدنی حیات کو اہم جز قرار دیتا ہے اس لیے کہ خام اجناس کی پیداوار کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی اور صنعت و حرفت بروئے کار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں آسکتی ہے۔ معاشی وسائل سے الگ ہو کر جس قوم نے عیش پرستانہ وسائل کو اختیار کیا ہے وہ مدنی زندگی میں پھل اور پھول نہیں سکتی ہے۔ اسلام اپنے نظامِ معیشت میں وحدتِ عمومی کا قائل ہے اس لیے معاشی وسائل میں تقسیم کار اور اشتراک و تعاون کے اصول کو قائم رکھتا ہے۔ زراعت کو تجارت اور صنعت کا معاون بناتا ہے اور صنعت و تجارت کو زراعت کے لیے۔ اگر ان اصول پر معاش کا نظام قائم کیا گیا ہے تو وہ صالح اور مفید تر ثابت ہوگا اور جس نظام میں مذکورہ اصول نظر انداز کیے گئے ہیں تو اس کے بدانجام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگر آپ بعض ارباب صنعت و حرفت کو معاشی میدان میں آگے دیکھتے ہیں تو یہ اس ماحول کا نتیجہ ہے جس نے دوسروں میں نفاق ڈالا اور ایک دوسرے کے گل دگیر ہوتے اور ان عیاروں کے صنائع کے محتاج بنے اور اپنی دولت ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔

## معاشی وسائل میں اشتراک و تعاون

اسلام اپنے معاشی نظام میں عوام کی خوشحالی کو ضروری اور مقدم رکھتا ہے اور حق معیشت کی مساوات کو تمام ذی روح کائنات کے لیے لازم قرار دیتا ہے اور تمام معاشی طریقوں میں اشتراک اور معاونت کو صحیح اور درست اصول پر قائم رکھتا ہے اور معاشی مسائل میں ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑنا اور مضبوط رکھتا ہے تاکہ افراد کے مجموعے یا اجتماعی اقتدار کو زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت میں کسی خارجی طاقت کا دست نگر اور محتاج نہ بننا پڑے۔ اسلام معاش کے تمام ایسے طریقوں اور ذرائع کا سدباب کرتا ہے جو حق معیشت کی مساوات میں رخنہ انداز ہو سکتے ہوں یا ایک کا معاش دوسرے کے معاش میں تنگی اور کمی پیدا کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہو یا مضرار تکلیف دہ ثابت ہوتا ہو اس لیے اسلام نے احتکار اور اکتناز کو حرام قرار دیا ہے۔ احتکار میں ایک مخصوص طبقہ کے لیے دولت جمع ہوتی ہے اور یہ مخلوق خدا کے افلاس اور فقر و فاقہ کا موجب ہے۔ احتکار معاشرہ میں مذموم سرمایہ دارانہ روح پیدا کرتا ہے اور ایسی سوسائٹی یا معاشرہ میں ایسے معاشی نظام کا پیدا ہونا ضروری ہے جو سرمایہ دارانہ اصول کی سربلندی اور حوصلہ افزائی کرے اور تمام قوت سے ان کے لیے ہر قسم کی سہولت پیدا کرے اور انکو رواج دے۔ اس لیے اسلام نے کسی شخص اور طبقہ کے لیے دولت کے مخصوص کرنے کی اور بے ضرورت دولت کو خزانہ بنانے کی اجازت نہیں دی اور اسلامی معاشرے کو سرمایہ دارانہ ذہنیت سے محفوظ کرنا چاہا ہے۔ احتکار کے معنی اصل میں دولت کو جمع کرتا رہ کے رکھنا اور معاشرہ کو بدحال اور مفلوک الحال بنانے کا نام ہے دولت کو سمیٹ کر اس کو تقسیم سے روکنا اور دولت کے پھیلانے کی بجائے اس کو اپنے لیے مخصوص کرنا احتکار ہے اور اس کے مقابلہ پر قرآن شریف نے مسلمانوں کو دولت کے تقسیم کرنے اور اس کے انفاق پر مامور کیا ہے۔ قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (تاکہ نہ آئے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے) یعنی مذکورہ مصارف دولت کے انفاق کے لیے اس لیے بتلائے گئے ہیں کہ اموال و دولت محض دولت مندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں۔ جس سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور عام مسلمان مفلس اور نادار رہیں۔

حضرت عمرؓ جابیہ تشریف لائے اور زمینوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہا حضرت معاذؓ نے فرمایا اگر آپ یہ زمینیں غانمین میں تقسیم کر دیں تو بڑی بڑی جائدادیں خاص خاص لوگوں کے ملک میں چلی جائیں گی اور پھر جو مسلمان آئندہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسلامی خدمات انجام دیں گے ان کے لیے کچھ نہ رہیگا اس لیے آپ کوئی ایسی صورت سوچیے جو اگلے پچھلے سب مسلمانوں کی خوشحالی کا ذریعہ بنتی ہو۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور تمام اراضی کو مسلمانوں کے مصالح کیلئے چھوڑ دیا اسی طرح فتح مصر کے وقت حضرت زبیرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے مصر کی اراضی کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور ان کے جواب میں حضرت عمروؓ نے لکھا کہ زمینوں کو بدستور چھوڑ دیجئے" تاکہ ان کے ذریعہ بچہ بچہ جہاد کرے۔

امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ یہ زمینیں مسلمانوں کے لیے محفوظ رکھی جائیں کہ نسلاً بعد نسل ان کا نفع ان کو پہنچتا رہے" تاکہ مسلمان اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر قوت اور طاقت میں رہے۔

(کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۵۸ - ۵۹ ) و فتح الباری ص ۱۷۷/۶)

قرآن شریف میں ارشاد ہے "اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکائے گی اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں کہا جائیگا یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزہ گاڑنے کا" (سورۃ توبہ) یہ درست ہے کہ جمہور کے مسلک کے مطابق قرآن شریف کی یہ مذکورہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے اپنی دولت سے زکوٰۃ کو ادا نہیں کیا لیکن اس میں بھی شک نہیں ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی اہل دولت کی دولت میں اہل حقوق کے لیے حقوق عائد کئے گئے ہیں اور قرآن شریف میں انفاق کی ترغیب اور ترہیب کے متعلق آیات کا بڑا ذخیرہ ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ دولت اور ثروت جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ دولت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انفاق اور صرف کے لیے انفرادی اور اجتماعی ضروریات کی کفالت کے لیے ہے اور دولت سے مقصود ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اور حاجاتِ لازمہ کا پورا کرنا ہے۔ دولت کا مصرف یہ نہیں ہے کہ اس سے کسی بنک کی دولت میں اضافہ کیا جائے یا دبا کر چھپایا جائے۔ قرآن شریف انفاق کی ترغیب و ترہیب میں انسانی ذہن کو اسطرح تیار کرنا چاہتا ہے کہ دولت سے صرف ضروریات لازمہ کی تکمیل کیجائے اور مسلمان دولت کے احتکار اور اکتناز پر قطعاً توجہ نہ کرے اور اپنی عزیز زندگی کو دولت کی بیشی اور بلندی اور ضرورت سے زیادہ رفاہیت میں باہمی مقابلہ کو معیار حیات نہ بنائے۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: "واضح ہو کہ جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور انکی روزی زمین میں مقرر کی اور زمین کی چیزوں سے ان کیلئے نفع حاصل کرنا مباح کیا تو ان میں حرص اور نزاع واقع ہوا اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص سے اس چیز میں مزاحم ہونا جو اس کے لیے خاص ہو گئی ہے حرام ہے خواہ وہ اختصاص اس لیے ہو کہ دوسروں سے پیشتر اس شخص نے یا اس کے مورث نے اس چیز پر قبضہ کیا ہے یا کسی دوسری وجہ سے جس کا لوگوں میں اعتبار ہے بجز تبادلہ یا باہمی رضامندی کے جس کی خبر ہو اور اس میں کوئی مکر و فریب نہ ہو اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہے ان کی روزی بغیر باہمی تعاون کے قائم نہیں ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے تعاون کے واجب ہونے کا حکم نازل فرمایا اور نیز یہ کہ ان میں سے کوئی شخص اس چیز سے جس کو تمدن میں دخل ہے بغیر حاجت کے خالی نہ رہے۔ پس اسبابِ معیشت کے اسباب بننے میں اصل اصول یہ ہے کہ اموال مباحہ کی مدد سے اپنی مخصوص چیز سے نفع حاصل کرنا ہے جیسے چرا کر مویشی کی نسل کو بڑھانا اور زمین کی اصلاح کر کے اور پانی دے کر کھیتی کرنا اور مباح مال کو اپنے لیے خاص کر لے اور دوسرے مباح اموال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں یہ شرط ہے کہ کوئی شخص کسی پر تنگی نہ کرے
جس سے تمدن میں فساد لازم آئے پھر لوگوں کے اموال کا معاش میں مدد کر کے زیادہ کرنا
ایسی چیز ہے جس کے بغیر شہر کی حالت کا قائم رہنا یا تو ناممکن ہے یا دشوار....
پس اگر مال میں زیادتی چاہنا ایسے کام کے لیے ہے جس کو لوگوں کی معاونت میں
دخل نہیں ہے جیسے قمار بازی یا باہمی ایسی رضامندی سے ہے جو زبردستی کے
معنی کے ساتھ مشابہ ہے جیسے سود کیونکہ تنگ دست آدمی مجبور ہو کر ایسی چیز
کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے جس کا ایفا نہیں کر سکتا اور اس کی رضامندی حقیقت
میں رضامندی نہیں ہوتی پس یہ عقود فاسدہ عقود اور اسباب صالحہ میں
داخل نہیں ہیں بلکہ اصل حکمت مدنیہ کے اعتبار سے باطل اور حرام ہیں۔ نبی کریم
صلعم نے فرمایا جس نے بے آباد زمین کو آباد کیا پس وہ اسی کی ہے۔ میں
کہتا ہوں اس میں اصل بات وہ ہے جس میں ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ سب
اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور درحقیقت اس میں کسی کا حق نہیں ہے لیکن جب
اللہ تعالیٰ نے زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا تو
باہم جھگڑا پیدا ہوا پس اسوقت یہ حکم ہوا کہ جس نے کسی کو بلا ضرر پہنچائے کسی چیز
پر قبضہ کر لیا ہے اس چیز میں اسے کوئی تعرض نہ کرے پس بنجر زمین جو نہ شہر
میں ہے اور نہ شہر کے آس پاس ہے پس جب کوئی شخص اس کو آباد کرے گا
تو بغیر کسی کو ضرر پہنچانے کے سب سے پیشتر وہ اس پر قابض ہوا پس اس کا
حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اس سے زمین کو نہ چھینے۔ اور درحقیقت تمام زمین
بمنزلہ مسجد یا سرائے کے ہے جو مسافروں کے لیے وقف ہے اور وہ
سب اس میں شریک ہیں پس جو پہلے ہے وہی زیادہ حق دار ہے اور آدمی
کے حق میں ملک کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی بنسبت وہ نفع حاصل کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا زیادہ حق دار ہے) (حجتہ اللہ البالغہ جلد دوم ابواب ابتغاء الرزق)

حضرت شاہ صاحب کی غرض یہ ہے کہ افراد نسل انسانی کی روزیاں اللہ نے زمین میں مقرر کر دی ہیں اور زمین سے روزی حاصل کرنے کا ہر متنفس کو حق دیا گیا ہے۔ اور زمین سے استفادہ کرنے میں نسل انسانی کا ایک ایک فرد شریک ہے۔ اور زمین کی مثال مسجد یا سرائے کی ہے کہ وہ تمام نمازیوں اور تمام مسافروں کے لیے وقف ہے۔ خدا کی تمام زمین خدا کی تمام مخلوق کے استفادہ کیلئے وقف کی گئی ہے البتہ جس نے زمین کے کسی رقبہ پر پہلا قبضہ کیا اور اس کی اصلاح کی اور اس کو کار آمد بنایا تو اس کے استفادہ کرنے کا حق مقدم ہے اور یہ زمین کے مالک ہونے کے معنی ہیں کہ دوسروں کے مقابلہ پر زمین کے آباد کار کو استفادہ کا حق مقدم اور زیادہ ہے۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ہے "اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور اس میں تمھارے لیے روزیاں مقرر کر دیں تم بہت کم شکر کرتے ہو" اور سورۃ الحجر میں ارشاد ہے "اور بنا دیے تمھارے واسطے زمین میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں جن کو تم رزق نہیں دیتے ہو" اللہ تعالیٰ نے تمام معاشی وسائل میں زمین کو سب کے لیے نفع حاصل کرنے میں مباح الاصل پیدا کیا ہے اور ہر فرد کو زمین پر قبضہ کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا حق اس شرط پر حاصل ہے کہ اس کے قبضہ اور تصرف سے دوسروں کو تنگی اور ضرر نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنی ضرورت اور حاجت سے زمین کے زیادہ رقبہ پر قبضہ کیا اور تصرف کرنا چاہا تو وہ دوسروں کو رزق کے بارہ میں تنگی دیتا ہے اور ضرر پہنچاتا ہے۔ اس لیے وہ اس وسیع قبضہ اور آزاد تصرف سے روکا جائیگا اور نیز یہ کہ معاشی معاملات میں خصوصاً تعاون اور اشتراک عمل ایسے صحیح اور صالح طریقوں پر ضروری ہے جس سے نظام تمدن میں ابتری نہ پھیلے اور ہر ایک دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا ممد اور معاون بنے۔ اگر کسی شخص نے بغیر تعاون اور اشتراک کے زمین سے استفادہ کرنا چاہا ہے تو اس نے باہمی تعاون اور اشتراک کے عمل اور اصول سے انحراف کیا ہے اس سے تمدن کے نظام میں فساد پھیلے گا اور ابتری پیدا ہوگی۔ اور دوسروں پر تنگی کرنے کا موجب ہے اس لیے اس طرح کا استفادہ صالح استفادہ نہیں ہے اور نیز یہ کہ اسلام کے معاشی نظام میں ایک مومن کو دوسرے مومن سے اس طرح مربوط رکھا گیا ہے کہ ایک کے معاش میں دوسرا اس کی مدد کرے اور ایک کی تنگی میں دوسرا اس کے شریک ہو۔ اگر اس طرح کے اشتراک اور تناصر سے معاشی نظام چلایا جائے کہ ایک مسلمان کی معاشی فراخی دوسرے مسلمان کی معاشی وسعت کا سبب بنے تو یہی وہ صالح نظام ہے جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور کسی مسلمان کو بھی اس طرح معاش قائم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے کہ اس کی معاشی فراخی سے دوسرے کی معاش میں ضیق اور تنگی پیدا ہوتی ہو اس لیے اسلام ہرگز یہ نہیں پسند کرتا ہے کہ معاشی وسائل پر اس قدر قبضہ رکھا جائے جس سے دوسرے ایمان والوں کے معاش میں تنگی پیدا ہوتی ہے اور استفادہ کرنے کا حق رک جاتا ہے۔ اور ایسی چیز کے استفادہ سے وہ خالی اور الگ رکھا جاتا ہے جس کو تمدن میں دخل ہے اور اس کو اس سے استفادہ کرنے کا حق اللہ نے دیا ہے اور یہ کہ اسلام اپنے معاشی نظام میں تمام ایسے معاملات کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے جن میں باہمی تعاون کا دخل نہ ہو۔ اگر زمین کا مالک زمین سے پیداوار لینے والے کاشتکار کی مدد اور تعاون نہیں کرتا تو اس کے اشتراک اور تعاون کے بغیر کاشت کار کی محنت اور کمائی کے استفادہ میں زمین کا مالک اس کا شریک کیوں قرار دیا جائے۔ اور اس کو یہ حق کیونکر دیا جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ وہ باہمی اشتراک و تعاون کے بغیر ایک محنت کار
کی کمائی میں برابر کا حق رکھتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس مضمون کی طرح حضرت شیخ الہندؒ کی کتاب ایضاح الدولہ سے بھی گزشتہ اوراق میں اس مضمون کی تحریر نقل کر چکا ہوں اور ان دونوں جلیل القدر حضرات کی تحریروں کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو ہر ایک متنفس کیلئے جائز اور مباح کر دیا ہے اور ہر ایک متنفس کو اس میں یکساں حق معیشت دیا گیا ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی انسان پر زمین سے استفادہ کرنے میں اس طرح کی پابندی عائد کر دے کہ وہ زمین سے اپنی معیشت حاصل نہ کر سکے۔ خدا کے دیئے ہوئے حق کے چھین لینے کا کسی کو حق حاصل نہیں انسانی معاشی میں زمین سے استفادہ زراعت وغیرہ اسلام کی نگاہ میں بہت اہم ہے اس لیے اس موضوع اور اس کے متعلق مخصوص احکام کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

## زمین کی آبادکاری اور اس کی اہمیت

اسلام کی نگاہ میں تمام معاشی وسائل میں زمین کی آبادکاری زراعت وغیرہ کو خاص اہمیت حاصل ہے اور درحقیقت تمام دوسرے معاشی وسائل کی اساسی بنیاد بھی یہی ہے کہ زراعت کے خام اجناس کے بغیر دوسرے معاشی وسائل قائم نہیں رہ سکتے اور کامیابی کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا (اس نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں) حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے آدمی کی پیدائش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا مادہ بنتا ہے اللہ نے نسل انسانی کے افراد کو زمین میں بسایا اور ان کے باقی رکھنے کا سامان زمین میں پیدا کیا اور زمین کے آباد کرنے اور زمین سے اپنے معاش کے حاصل کرنے پر مامور فرمایا۔ زمین انسانوں کے بسنے کی جگہ ہے اور اس کو کارآمد بنانا انسانوں کا فرض ہے۔ جب آپ کسی کو زمین کی آبادکاری پر مامور کریں اور ذمہ دار بنائیں تو اس وقت اعمرته واستعمرته کہا جاتا ہے۔ اور امام راغبؒ اور مفسرین نے مذکورہ بالا آیت کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین کی آبادکاری کا ذمہ دار بنایا ہے اور زید بن اسلمؒ تابعی فقیہہ مدینہ متوفی ۱۳۶ھ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کے تم محتاج ہو جیسے گھر بنانے نہریں کھودنے اور درخت لگانے وغیرہ تو اللہ تعالیٰ زمین میں ان کے بنانے پر تم کو امر دیتا ہے۔

(روح المعانی سورۃ ہود)

اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں جو انسانی ضروریات میں لازم ہیں اور جانوروں کی ضروریات زمین میں بنا دی گئی ہیں اور زمین کی آبادکاری اور استفادہ کرنے سے انسانی معاش کا یہ تمام نظام انجام پذیر ہوگا اور ہوتا ہے اور اس لیے شارعؑ نے زمین کی آبادکاری زراعت وغیرہ کی ترغیب دی ہے۔ صحیح بخاری میں حضورؐ کا یہ ارشاد مذکور ہے "جو مسلمان درخت بوتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرندے انسان اور جانور کھاتے ہیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے" (بخاری باب فضل الزرع والغرس)۔ رسالتمآبؐ کی نگاہ میں زراعت ایسا عمل ہے کہ مزارع کی نیت اور قصد کے بغیر بھی اس سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ابن منیر فرماتے ہیں امام بخاریؒ اس عنوان میں زراعت کی اباحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی جس میں زراعت سے نہی مذکور ہے اور ابوامامہ باہلی کی حدیث میں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضورؐ نے کھیتی کے آلات کو دیکھ کر فرمایا کہ جس گھر میں یہ آلات داخل ہوتے ہیں اس گھر میں ذلت اور مسکنت داخل ہوتی ہے مراد یہ ہے اگر زراعت کا کثرت اشتغال جہاد وغیرہ امور مطلوبہ سے روکتا ہے تو اس کی ذلت اور ممنوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر زراعت جہاد وغیرہ امور مطلوبہ میں مدد ثابت ہوتی ہے تو اس کے حسن اور فضیلت میں بھی کلام نہیں ہے۔

(فتح الباری ص ۲/۵)

حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔ وہ زراعت مذموم ہے جس میں اس قدر انہماک ہو جائے کہ زندگی کے سب سے اہم مقصد جہاد کو چھوڑ بیٹھے۔ تمام انصار اور جن مہاجرین کو رسول اللہ صلعم نے بنی قریظہ کی اور دیگر اراضی جاگیر میں دی تھیں عہد نبوی میں زراعت کرتے تھے اور باغات لگاتے تھے بحرین عمان یمن اور طائف میں تمام حضرات زراعت کرتے تھے اور رسالتمآب کو اس کا علم تھا۔ اس لیے ایسی زراعت مذموم ہو سکتی ہے جس کے انہماک سے جہاد جیسے اہم مقصد حیات کو نقصان پہنچتا ہے۔

(المحلی ابن حزمؒ جلد ۸ کتاب المزارعۃ)

اور مفکر اسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں :۔ "واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے نبی صلعم کو خلافت عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کے دین کا دوسرے ادیان پر غلبہ جہاد اور اس کا سامان تیار کئے بغیر ممکن نہیں ہے پس جب لوگ جہاد ترک کر کے بیلوں کی دموں کے پیچھے ہو لیں گے تو ان پر ذلت حاوی ہو جائے گی اور دیگر اہل مذاہب کا ان پر غلبہ ہو جائیگا۔

(حجۃ اللہ البالغہ باب الجہاد)

اس میں شک نہیں کہ اگر مسلمان زراعت کو زندگی کا مستقل مشغلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنالیں اور بیلوں کی دم کے پیچھے پیچھے پھیریں اور جہاد جیسے اہم فریضہ سے غافل ہوجائیں جیسے کہ زمیندار طبقہ کی بھی زندگی ہے کہ بالادستوں کی چاپلوسی اور بے جا نازبرداری اور قابل افسوس سستی اور قابل نفرت غفلت میں اس طبقہ کے ایام گزرتے ہیں تو ایسی زراعت کے مذموم ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زراعت کا اشتغال ایسے مسلمانوں کے لیے ذلت ہے جو دشمنوں کی سرحد کے قریب آباد ہیں اور دشمن کے دفاع سے غافل اور شجاعانہ فنون سے بے خبر ہیں اور دشمن کا دفاع زراعت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اس لیے جو لوگ دفاع میں مشغول ہیں اور دشمنوں کے قرب وجوار میں آباد ہیں دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے کہ زراعت کے ذریعہ سے ضروریات اور حاجات میں انکی مدد کریں اور بعض حضرات اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ رسالتمآبؐ نے مذکورہ ارشاد میں مستقبل میں ہونے والے اس تکلیف دہ واقعہ کی خبر دی ہے کہ کاشت کار سب سے زیادہ ظلم اور ذلت کا شکار بنایا جائیگا اور کاشت کاروں کو سب سے زیادہ رسوائی اور مسکنت سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ آج زمیندار کے ہاتھ سے کاشت کار طبقہ کی جو حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ کہ زمیندار کے رحم وکرم پر اس کی زندگی ہے اور زمیندار کا ظلم وتشدد بحالت مجبوری برداشت کرتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں :۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام جرف میں خود کاشت کی ہے اور فرمایا ہے زمین کی پہنائیوں میں رزق کی تلاش کرو

(مبسوط صـــ ۲/۲۳۲)

امام سرخسیؒ لکھتے ہیں مذکورہ حدیث کے پیش نظر ہمارے بعض مشائخ نے زراعت کو تجارت پر مقدم اور افضل کہا ہے۔ اس لیے کہ اس کا نفع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عام ہے اور اس کا صدقہ خیر کثیر ہے۔ (مبسوط ص ۱۴ ج ۲۳)

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری بستیوں کو آباد کرو تاکہ انہیں میرے بندے زندگی گزاریں۔ پس اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ زراعت ہر کسی کے ہاتھوں بہتر عمل ہے۔ (مبسوط ص ۱۵ ج ۲۳)

رسالتمآبؐ نے اگر مصالح عامہ اور بنی نوع انسان کی نفع رسانی کے پیش نظر زراعت وغیرہ کی ترغیب فرمائی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ زمین میں کام کرنے والوں کی تمام سہولتوں اور تعاون کا پورا پورا اہتمام کیا جائے ورنہ مصالح عامہ اور بنی نوع انسان کی نفع رسانی کا نظریہ تلف ہو جائیگا۔ اور کاشت کاروں کی محنت کی تمام کمائی صرف ایسے مالکان اراضی کے لیے مخصوص ہو جائے گی جن کی تمام زندگی کا صرف یہ ایک مقصد ہے کہ ان کے نفس کی ہوس اور خواہش پوری ہو جائے اور یہ سب سے بڑا مفسدہ ہے اس کو پھیلنے نہ دیا جائے تاکہ عوام کے نظام معاش کو فاسد نہ بنائے۔

## زمین پر ملک کیسے حاصل ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا معاش زمین میں رکھا اس لیے زمین کے کارآمد بنانے پر اس کو مامور فرمایا اور جس نے بھی زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہے اور اس کا فوق اور مقدم حق ہے کہ اس سے استفادہ کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی دوسرے کی نہیں تھی تو اس کو اس زمین سے معاش حاصل کرنے اور استفادہ کرنے کا زیادہ حق ہے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں مذکورہ ارشاد کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فیصلہ کیا تھا۔ (بخاری ص۳۱۲ باب من احیا ارضا مواتا)

سعید بن زیدؓ اور حضرت عروہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اس کے لیے ہے اور کسی غاصب کا اس میں حق نہیں ہے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ حضورؐ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے خدا کے بندے ہیں جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا تو اسی کو اس کا حق ہے۔

(ابوداؤد کتاب الخراج والفیٔ)

حضرت عائشہؓ عمرو بن شعیبؓ اور طاؤس فرماتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی زمین کو زندہ کیا تو وہ اس کے لیے ہے اور تین سال کے بعد صرف روکنے والے کے لیے اس زمین کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے منبر پر بیٹھ کر اعلان فرمایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اس کیلئے ہے اور آباد کیے بغیر صرف روکنے والے کے لیے تین سال کے بعد اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ متوفی ۱۸۲ھ مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہمارے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ جس زمین پر پہلے سے کسی کا حق نہیں تھا اور نہ اس کا کوئی دوسرا مالک تھا تو ایسی زمین کو جس نے آباد کیا وہ آباد کرنے والے کے لیے ہے وہ اس کو کاشت کرے یا کرائے اجارہ پر دے اور جس طرح چاہے آباد رکھے۔

(کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص۶۵)

زمین پر ملکیت کا سبب اس کی آبادکاری اور استفادہ کرنے کا قبضہ ہے اس کے بغیر کوئی دوسری وجہ نہیں ہے کہ کسی زمین کا کوئی مالک بنے اگرچہ لوگوں میں یا کاغذات میں افتادہ غیر آباد زمین کسی کے نام منسوب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی کی جاتی ہے تو اس انتساب اور نامزدگی سے زمین پر ملک قائم نہیں ہوتا اس لیے ایسی زمین کو جس نے آباد کیا اور کار آمد بنا لیا صحیح معنوں میں وہ اس کا مالک ہے اور کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچنا چاہیئے کہ وہ صرف اس نسبت اور نامزدگی کی بنا پر دوسرے کی آباد کردہ زمین کا مالک بنے اور آباد کار کے استفادہ میں شریک ہو جائے یا آباد کار کے استفادہ کا اس سے معاوضہ لے۔

یحیٰی بن آدمؒ فرماتے ہیں زمین کے روک رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ زمین کو آباد کئے بغیر روکا جائے۔ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں تحجیر کے یہ معنی ہیں کہ زمین کا گھیرا ڈالا جائے یا اس میں برجیاں بنائی جائیں مگر کار آمد نہ بنائی گئی اور بے آباد پڑی رہی ہو ایسی زمین اسی طرح اگر تین سال تک کسی قبضہ میں غیر آباد پڑی رہی تو جس نے بھی اس کو آباد کیا وہ اس کے لیے ہے اور جس نے روک رکھا تھا اس پر اس کا کچھ حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ تحجیر کرتے تھے زمین کو روک کے رکھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اس کے لیے ہے ـــــ یحیٰی بن آدم متوفی ۲۰۳ھ فرماتے ہیں جس نے کسی زمین کو کار آمد بنائے بغیر روک رکھا تھا تو حضرت عمرؓ نے ایسے روکنے والے کو مالک نہیں بنایا اور صرف تحجیر سے زمین پر اس کا حق تسلیم نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جس نے تین سال تک زمین کو آباد نہیں کیا اور اس کے بعد کسی دوسرے نے اس کو کار آمد بنایا تو وہ زمین اس کے لیے ہے۔

(کتاب الخراج لیحیٰی بن آدمؒ صـ ۸۴)

امام ابو عبیدؒ متوفی ۲۲۴ھ لکھتے ہیں زمین کو روکے رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ زمین پر برجیاں بنائی جائیں یا اس کے گرد خندق کھود دی جائے یا اور اس قسم کے نشانات لگا دیئے جائیں جن میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ زمین کسی کے قبضہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ملک میں ہے مگر ان علامات اور نشانات کے باوجود غیر آباد پڑی ہے اور کار آمد نہیں بنائی گئی۔ اور ان علامات سے مقصود صرف یہ تھا کہ دوسرے لوگوں کو اس زمین کے آباد کرنے سے روکا گیا ہے۔ (کتاب الاموال ص۲۸۵)

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے فرمان میں لکھا۔ جس نے مردہ زمین کو مکان بنانے اور کھیتی باڑی کرنے سے آباد کیا اور وہ ایسی زمین تھی جس کو کسی صحیح مالک نے نہیں بیچا تھا تو ایسے لوگوں کو اس زمین کے زندہ کرنے کی اجازت دیجئے جس نے اس زمین کو مکان اور کھیتی باڑی سے زندہ کیا ہے۔ ابو عبیدؒ فرماتے ہیں عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس فرمان میں زمین کے زندہ کرنے کی یہ تفصیل ہے کہ اس پر مکانات تعمیر کئے جائیں یا اس پر کھیتی باڑی کیجائے یا پانی روکنے کے لیے بند بنایا جائے اگر کسی نے ایسا کیا پھر اس پر مکان بنایا یا کھیتی باڑی کی یا درخت لگوائے تو ان تمام صورتوں میں تسلیم کیا جائیگا کہ اس نے اس زمین کو زندہ کیا اور زمین کے زندہ کرنے کے یہی معنی ہیں۔ (کتاب الاموال ص۲۹۱)

غرض یہ ہے کہ زمین پر کسی کے ملک کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اس کو آباد کیا اور کار آمد بنالیا ہے اور اس کو اس زمین سے استفادہ کرنے کا حق فوق اور مقدم ہے اور کسی زمین کو اپنے نام نامزد کرنا یا سرکاری کاغذات میں کسی رقبہ کا کسی کے نام پر لکھا جانا قبضہ اور ملک نہیں ہے اور زمین کا جو رقبہ کسی صحیح مالک سے خریدا نہیں گیا ہے تو ایسے رقبہ کے آباد کاری اور کار آمد بنانے کے لیے ایسے شخص کو اجازت دیجائے جس نے اس کو مکان بنانے یا کھیتی باڑی کرنے یا باغات لگانے سے آباد کیا ہے یا کرنا چاہتا ہے۔ ملک میں جن زمینداروں کے پاس بڑی تعداد میں اراضی موجود ہے انکی آباد کاری ان کے ہاتھ سے اور ان کے اخراجات سے نہیں ہوئی اور نہ ان کے کار آمد بنانے کی ان میں قوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور مصارف کی استطاعت تھی۔ ایسی زمینوں کو کار آمد بنانے والے محنتی کاشتکار تھے جن کو اپنے معاش کے لیے زمینوں سے استفادہ کرنے کے لیے محنت کرنی پڑی اور اخراجات برداشت کئے۔ اور یہ محنتی کاشتکار افتادہ زمینوں کا آباد کار اور کار آمد بنانے والا ہے اور درحقیقت ایسی زمینوں کا مالک یہی محنت کار کاشت کار ہونا چاہیئے اور بڑے بڑے زمین داروں کو ان کی محنت اور انکی تکلیف کی برداشت میں زمین کے استفادہ اور پیداوار میں شریک حق نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ فریضہ عادل حکومت کو انجام دینا چاہیئے تاکہ حق دار کو اس کا حق پہنچے اور زمین کا مالک اور کاشت کار ایک دوسرے کے گلو گیر نہ ہوں۔ یہ درست ہے کہ حکومت اس طرح کی زمینیں، مسلمانوں کو معاشی ضروریات کے لیے دے سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ انکو قابل انتفاع بنائے اور تین سال انکو کار آمد بنانے کی مہلت دیجائیگی اور اس میں یہ بھی ضروری شرط ہے کہ لازمی ضروریات حیات کے پیش نظر مناسب رقبہ دیا جائیگا۔ اور اس قدر برائے رقبہ جس سے کسی کی دولت میں اضافہ کیا جاتا ہے یا اس کی عیش پرستانہ زندگی کے احترام اور باقی رہنے کے لیے دیا جاتا ہے تو مسلمانوں کے مصالح عامہ کے پیش نظر اس کو روک دینا اہل تدبر اور ارباب بست وکشاد کا فرض ہے۔

## حضرت بلال رضؓ کی جاگیر کی ضبطی

حضرت بلال رضؓ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاگیر کی استدعا کی حضورؐ نے اچھا خاصا رقبہ آپ کو عنایت فرمایا حضرت عمر رضؓ نے ایام خلافت میں حضرت بلال رضؓ کو بلا کر فرمایا آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاگیر میں زمین کا رقبہ چاہا تھا اور جناب رسالتمآب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فیاضانہ عادت کہ جو چیز آپ سے مانگی جاتی تھی۔ آپ عنایت فرماتے تھے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی استدعا پوری کی اور جاگیر میں جو رقبہ آپ کو دیا گیا ہے اور آپ کے قبضہ میں ہے آپ اس کو پورا سنبھال نہیں سکتے۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دیکھو جس قدر رقبہ سنبھال سکتے ہو اس کو رکھو اور جو آپ کے بس سے باہر ہے وہ ہمیں دیجئے ہم دوسرے مسلمانوں میں اسکو تقسیم کریں گے۔ حضرت بلال رضؓ نے حضرت عمرؓ کے مطالبہ سے انکار کیا اور فرمایا یہ مجھے حضورؐ کی دی ہوئی جاگیر ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلال رضؓ کے جواب میں فرمایا واللہ آپ ضرور ایسا کریں گے پس جس قدر رقبہ کے کار آمد بنانے سے حضرت بلال رضؓ عاجز تھے حضرت عمرؓ نے ان سے واپس لے لیا اور دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

(کتاب الخراج لیحیی بن آدمؒ صـ ۹۳ رقم صـ ۳۹۴)

کتاب الاموال میں حضرت بلالؓ کو یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو زمین کا یہ رقبہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ آپ اس کو دوسرے لوگوں کے استفادہ سے روک دیں بلکہ آپ کو اس لیے دیا گیا تھا کہ آپ اس میں کام کریں یا اس سے فائدہ اٹھائیں۔

(کتاب الاموال صـ ۲۹۰ رقم صـ ۷۱۲)

حضرت بلال رضؓ کو یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر دی تھی اور اس کے ایک حصہ کے آباد اور کار آمد بنانے سے جب حضرت بلال رضؓ عاجز آ گئے تو حضرت عمرؓ نے اس جاگیر کا غیر آباد حصہ حضرت بلال رضؓ سے واپس لے کر دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تاکہ قابل استفادہ بنایا جائے۔ کیا انگریز کی دی ہوئی ایسی اراضی جس کو جاگیر دار اپنی محنت اور مصارف سے آباد نہیں کر سکتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دوسرے محنت کرنیوالوں اور مصارف برداشت کرنے والوں کی آبادکاری کا انتظار کرتے تھے یا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مسلمان فرمانروا کو ایسی جاگیروں کے واپس لینے کا حق نہیں ہے ؛ اور نیز حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین دار کا یہی مفہوم تھا کہ زمین کا مالک اس میں خود کاشت کرے اور کارآمد بناتے۔ زمین دار اور کاشت کار دو الگ الگ طبقے نہیں تھے۔ اور نیز حضرت عمرؓ کے مذکورہ فیصلہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ تمام افراد نسل انسانی کو زمین سے استفادہ کرنے اور اس سے معیشت حاصل کرنے میں مساوی حقدار جانتے تھے ورنہ حضرت بلالؓ سے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کرنے کیلئے آپ کی جاگیر کا ایک حصہ الگ نہ فرماتے تھے۔ نیز حضرت عمرؓ کے مذکورہ قضاء سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملک کی املاک سیاسی اقتدار یا برسر اقتدار جماعت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ ملک کے افراد بھی ملک کی دولت میں شریک ہیں اور ملک کی دولت کے مالک بن سکتے ہیں۔

حضرت طلحہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جاگیر میں ایک رقبہ دیا اور اس کی سند لکھ کر دے دی اور اس پر بعضے حضرات کو گواہ بنالیا جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے حضرت طلحہؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس سند کو پیش کرتے ہوئے مہر لگانے کی استدعا کی اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کل رقبہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تیرے لیے ہے ؟ میں اس پر مہر نہیں لگاتا۔ حضرت طلحہؓ آزردہ ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا میں یہ نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا بلکہ عمرؓ ہیں۔ (کتاب الاموال صـ۲۷۶ رقم صـ۶۸۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت عمرؓ کے انکار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا فرمانروا ملکی اور قومی خدمات انجام دینے والے مسلمانوں کو اسقدر رقبہ جاگیر میں دے سکتے ہیں جو اس کے لوازمات حیات کیلئے ضروری ہے اور نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام سوشلسٹ معاشرہ کی طرح ڈکٹیٹر اور عامرانہ نظام نہیں ہے کہ اگر کوئی فرد اس اجتماعی نظام کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو معاشرہ میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں دیا جاتا۔ ورنہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فرمان اور فیصلہ کا انکار نہ کرتے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ سے گرفت ضرور کرتے۔ مگر ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے اور مشورہ کی تصویب فرمائی اور یہ ظاہر کیا کہ سیاسی یا جماعتی اقتدار کی طرح غیر اقتدار بھی مصالح عامہ کو سوچنے اور دخل دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ کہ ملک کے عوام کے مصالح کو اقتدار کے مصالح پر تقدیم کا حق دیا جائے۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اپنے معاشی نظام میں سوشلسٹ خونخوار کی طرح ملک کے ذرائع پیداوار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ تعاون اور اشتراک باہمی سے معاشرہ کے نظام کو ترتیب دیتا ہے۔ اس لیے ملک کے کسی فرد کو حق ملکیت سے محروم نہیں کرتا بلکہ اس کو تسلیم کرتا اور برقرار رکھتا ہے اس لیے کہ حق ملکیت کو برقرار رکھتے ہوئے بھی باہمی تعاون ہو سکتا ہے مگر سوشیلزم معاشرہ کو قوت تنقید سے محروم کرنا چاہتا ہے صرف سوشلسٹ پارٹی کے تصرف میں ملک کے تمام ذرائع پیداوار دینے کی کوشش کرتا ہے اور ملک اور معاشرہ کے نام پر سوشیلزم واحد سیاسی جماعت کے ذریعہ سے معاشی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے اور باقی تمام معاشرہ کو اقتصادی موت مارنا اس کا اعلیٰ مقصد ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عیینہ بن حصنؓ کو جاگیر میں ایک رقبہ دیا اور اس کی سند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitahoSunnat.com



لکھ کر دی حضرت طلحہ یا کسی اور صاحب نے حضرت عیینہ رضؓ کو کہا کہ حضرت عمر رضؓ اس پر اعتراض کریں گے۔ یہ اچھا ہے کہ یہ سند حضرت عمر رضؓ کو پڑھا دو۔ حضرت عمر رضؓ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ دوسرے لوگوں کے سوا آثار رقبہ صرف آپ کے لیے ہے؟ اور آپ نے اس سند کو مٹا یا۔ حضرت عیینہ رضؓ حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس لوٹ کر گئے اور کہا آپ میرے لیے اور سند لکھ دیجئے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا جس چیز کو عمر رضؓ نے رد کر دیا ہے اس کے لیے میں دوسری نئی سند کو نہیں لکھنا۔ (کتاب الاموال رقم ۲۷۷ ۶۸۹)

حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں حضرت عمر رضؓ سواد کی زمین میں سے کسریٰ اور اس کے خاندان کا مال اور جس کے مالک بھاگ گئے تھے یا ہلاک ہو گئے تھے اور اس کی نوے لاکھ کی آمدنی مصالح عامہ میں صرف کرتے تھے حضرت عثمان رضؓ نے اس کو اس خیال سے جاگیرات میں تقسیم کر دیا کہ اس کی آمدنی بڑھ جاتے گی چنانچہ ایسا ہوا کہ نوے لاکھ کی بجائے پچاس کروڑ اس کی آمدنی ہو گئی تھی اور حضرت عثمان رضؓ اس میں سے انعامات اور عطیات دیتے تھے۔

اسلام کے اس تمام نظام سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیاسی اقتدار کی طرح ملک کے افراد بھی معاشی وسائل کے مالک ہوتے ہیں جس کا سوشیلزم انکار کرتا ہے اسلام نے صرف اس قدر تحدید کر دی ہے کہ ایک مسلمان معاشی وسائل سے اس قدر استفادہ کرنے کا لازمی حق رکھتا ہے جس قدر اس کو کفایت کرے اور اس کے علاوہ ان مسلمانوں میں تقسیم کر دے جن کو ضرورت ہے تاکہ عام معاشرہ خوشحال رہے اور احتکار و اکتناز کا دروازہ خواہ فرد کے لیے ہو یا جماعتی اقتدار کے لیے ہو نہ کھولا جائے جس طرح کہ سوشیلزم نے صرف اپنی پارٹی سوشلسٹ کے لیے ملک کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دولت کے کل دروازے کھولدیئے ہیں تاکہ افراد نسل انسانی کے استفادہ کا حق تلف کیا جائے۔

آج اگر اسلام کے صرف نام پسند مسلمانوں نے جن کے دلوں کی گہرائیوں میں سوشیلزم کا پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور سوشیلزم کی پوری حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے مگر اندر ہی اندر اس رخ پر دوڑ رہے ہیں جس رخ پر سوشیلزم نوازوں نے انکو لگانا چاہا تھا۔ مگر عوام جانتے ہیں کہ سوشیلزم کے نظریہ حیات کی بنیاد مادہ پرستی اور انقلابی ہے اور سوشیلزم کی پوری عمارت مادہ پرستی اور انقلابی بنیاد پر استوار ہو سکتی ہے اگر بنیاد سے عمارت کو الگ نہیں کیا جا سکتا تو سوشیلزم کی عمارت بھی صرف مادہ پرستی اور انقلابی بنیاد پر قائم کی جا سکتی ہے اور اسلام کے لفظ کے لگانے سے سوشیلزم کے معاشی نظام کی عمارت الحاد مادہ پرستی اور شکست و ریخت انقلابی بنیاد سے الگ ہو کر اسلام کی روحانی اور اخلاقی بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ ملک کے افراد اور املاک کے قتل اور غارت گری آتش زدگی نظم و نسق کی تباہی اور افراتفری پیدا کرنا وحشت اور دہشت کو پھیلانا عوام کو رحم و انصاف سے مایوس کرنا اور عوام سے بالجبر اپنے نظریات کو منوانا سوشلسٹ پارٹی کے سوشلزم کا مقصد حیات اور حربہ ہے کیا ایسے انسان کش اور تباہ کار اخلاق نظام کے ساتھ اسلام کے لفظ کے لگا لینے سے سوشیلزم کے ملحدانہ اور غیر اسلامی نظریات کی اصلاح ہو جاتی ہے؟

## کاشتکاری

اسلام کے نظام حکومت کا سرسری مطالعہ کرنے والے بھی خوب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جانتے ہیں کہ عرام کے معاشی نظام میں اسلام کا یہ امتیاز رہا ہے کہ مفتوحہ ممالک کی اراضی کا بہت بڑا حصہ حکومت کے ہاتھ میں تھا مگر غانمین اور فاتحین کے ہاتھ نہیں رکھا گیا بلکہ مفتوحہ اراضی ملک کے اصل باشندوں کاشت کاروں کے ہاتھ میں چھوڑ دی گئی تھی اور وہ لوگ مزارع یا کاشت کار تھے جن سے براہِ راست حکومت اپنا حق خراج وصول کرتی تھی سرکار اور کاشت کار کے درمیان زمیندار کا کوئی توسط نہیں تھا حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ خلفائے راشدین کے زمانہ میں مفتوحہ ممالک کی اراضی کا معاملہ اکثر و بیشتر حکومت ہی کے ہاتھ میں رہا اور حکومت کاشت کاروں سے اپنا حق خراج وصول کرتی تھی اور حسب دستور کاشت کار اپنی اراضی کے مالک رکھے گئے۔ مجاہدین اور غانمین کے اصرار کے باوجود اراضی کا کوئی رقبہ ان کو نہیں دیا گیا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ اور حضرت بلالؓ شام اور عراق کی اراضی کے تقسیم کرنے پر خصوصیت کے ساتھ اصرار کر رہے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور تمام اراضی کو بیت المال کا حق قرار دیا اور مجاہدین جماعت کے لیے اراضی اور اراضی کی پیداوار کو مخصوص نہیں کیا۔

(کتاب الخراج لابی یوسف صـ۲۵)

سندھ کا علاقہ جو ہندوستان کا ایک حصہ ہے اور اسوقت اس کے حدود آج کے سندھ سے زیادہ وسیع تھے ۹۵ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں سندھ کا علاقہ فتح ہوا۔ سندھ کی فتوحات صلح سے بھی ہوئی ہیں اور جنگ و بہاد سے بھی اور دونوں قسم کی مفتوحہ اراضی پر بدستور سابق مالکان کا ملک ثابت رکھا گیا اور ان پر خراج مقرر کیا گیا۔ شاہی مقبوضات اور راجاؤں کے املاک اور غیر مقبوضہ اراضی بیت المال میں داخل کی گئی۔ برہمن آباد کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کر دیا کہ مالکان اراضی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بدستور اپنی زمینوں کے مالک رہیں گے۔ اور حجاج بن یوسف نے عراق کے
وائسرائے کی حیثیت سے محمد بن قاسم کو لکھا کہ صناع اور تاجروں پر کوئی محصول
یا ٹیکس نہ لگانا۔ اور جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور محنت کرتا ہے اس کی
مدد کرو۔ اور جو لوگ اسلام لائے ہیں ان سے انکی زمین کی پیداوار کا دسواں
حصہ وصول کرو اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں ان سے اسی قدر خراج مالگزاری
وصول کرو جس قدر اپنے راجاؤں کو دیا کرتے تھے۔ سندھ کی تمام مملوکہ اراضی
بدستور سابق مالکان کے ملک میں برقرار رکھی گئی اور کسی امیر اور فوجی
افسر کے لیے اس میں سے کوئی حصہ الگ نہیں کیا گیا تھا۔ سنہ ۳۹۱ھ میں
سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں باقی ممالک ہند کی فتوحات کا سلسلہ
شروع ہوا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں جاری رہا اور اس دور کا یہ
طریقہ رہا ہے کہ جس علاقہ کو فتح کیا اور اس کے راجہ سے اطاعت اور خراج
کا وعدہ لے کر اس کو معافی دے دی اور اس کا علاقہ اس کے ہاتھ میں دیا مگر
ہمیشہ ان راجاؤں نے غداری کی اور خراج دینا بند کر دیا اور مقابلہ کرنے کے لئے
کھڑے ہو گئے۔ لاہور کا راجہ جے پال کئی مرتبہ اس طرح گرفتار ہوا اور اس
کے بیٹے انند پال نے بھی اسی طرح کیا۔ آخر کار سنہ ۴۱۲ھ میں راجاؤں
کی مسلسل بدعہدیوں کے تجربہ کے بعد پنجاب کا صوبہ سلطنت غزنی کے
ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اور اپنے عمال اور حکام بھیجدیے گئے مگر مالکان اراضی
اپنی زمینوں پر بدستور مالک اور قابض رہے اور حکومت کے عمال نے
کاشت کار زمین داروں سے سرکاری خراج مال گزاری وصول کی ہے۔
سنہ ۵۶۵ھ میں محمود غزنوی کے پوتے ابراہیم نے دہلی، آگرہ، اودھ،
گجرات کاٹھیاواڑ علاقوں کو فتح کیا اور اس تمام دور میں ایک ہی طریقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہا کبھی راجاؤں کی معرفت کاشت کار مالکوں سے خراج وصول کیا ہے اور کبھی اپنے حکام کی معرفت۔ اس خاندان کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کا دور آیا۔ بنگال، آسام، تبت اس دور کی فتوحات ہیں اور اس دور میں بھی وہی دستور رہا جو سلاطین غزنی کا تھا۔ اور اس دور میں پنجاب، سندھ، ملتان مرکزی حکومت سے ملحق کر دیے گئے اور قطب الدین ایبک ہندوستان میں گورنر کی حیثیت سے رہا۔ ۶۸۸ھ میں خاندان خلجی کا دور شروع ہوا اور اس دور میں دکن، مدراس میسور کے علاقے فتح ہوئے۔ راجاؤں کو ان کی ریاستوں پر بحال رکھا اور ان سے خراج لیا گیا ہے۔

ہندوستان کی فتوحات کے مختلف ادوار ہیں مگر کسی دور میں بھی یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ مفتوحہ اراضی فاتحین میں تقسیم کی گئی ہے اور نیز یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ مفتوحہ اراضی سے مالکان اراضی بے دخل کر دیے گئے اور ان کی اراضی بیت المال میں داخل کر دی۔

(اس تفصیلی ذکر سے میری مراد یہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت نے اراضی کے مالکان سابق کا ملک برقرار رکھا ہے اور کاشت کار سے حکومت نے براہ راست خراج وصول کیا ہے اور یہی کاشت کار زمیندار کہلاتے تھے۔ اسلام نے غیر مسلم ذمی کاشت کار کو مال گزار زمیندار کی حیثیت میں رکھا ہے اور ان پر ہر طرح کے جبر اور سختی کو روکا اور سرکاری مال گزاری کے سوا کاشت کاروں پر کسی قسم کے دوسرے حق رکھنے کا روادار نہیں ہوا۔ کیا اسلام سے مسلمان زمیندار یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ کاشت کار کو محکوم اور سرمایہ داری کے اضافہ کرنے میں کار آمد پرزہ بنائے رکھے اور جس طرح چاہے اس کو استعمال کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور کاشت کار پہ ہر قسم کی سختی اور بے گار لینا اس کا حق سمجھا جائے؟ جن حضرات علماء نے مزارعت کی اجازت دی ہے اور زمین دار اور کاشت کار کے دو الگ طبقے تسلیم کئے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کا معاملہ شرکت اور مضاربت کا معاملہ ہے اور مزارعت کی یہ پوری حقیقت ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک زمین مال مضاربت کی مانند ہے جیسا کہ مضاربت میں ایک آدمی کسی کو اپنی دولت دیتا ہے اور نصف اور ثلث کا حصہ لیتا ہے اور دونوں باہم نفع میں شریک ہیں۔

(کتاب الخراج ص ۷۹)

جس طرح مضاربت تجارت کے باہمی تعاون اور اشتراک کی بہترین شکل ہے اسی طرح مزارعت باہمی تعاون اور اشتراک سے تجارت کی صورت ہے۔ زمین دار کو دوسرے فریق کاشتکار پر کسی طرح کا مزید حق اور فضیلت نہیں ہے اور مقررہ حق سے زیادہ اور اس زمین میں محنت کے علاوہ کاشت کار سے دوسری طرح کا کام لینا اور اس پر سختی اور زیادتی کرنا زمین دار کا حق نہیں ہے۔ مزارعت زمیندار اور کاشتکار کے درمیان امداد باہمی یا اشتراک و تعاون کی پسندیدہ شکل ہے اور دونوں فریق میں سے جس فریق کی حاجت اور ضرورت زیادہ ہے اور محنت کے سوا اور کوئی ذریعہ اس کے پاس معاش کا نہیں ہے بلکہ اس کی دولت اور اس کا معاش صرف اس کی محنت ہے جیسا کہ زمیندار کے مقابلہ پر کاشتکار کا یہ حال ہے تو اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مراعات کا معاملہ کیا جائے اور اگر زمین دار کاشت کار کی شدید حاجت اور ضرورت سے ناجائز

www.KitaboSunnat.com



فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے لیے اس سے مفید شرطیں منواتا ہے تو اس قسم کی مزارعت کے لیے اسلام کے معاشی نظام میں کوئی جگہ اور گنجائش نہیں ہے ☆

حضرت علامہ عبدالرحمٰن الجزائری رح مزارعت کے جواز اور عدم جواز میں ائمہ فقہاء کے اختلافات پر تفصیلی بحث کے بعد زمین دار اور کاشت کار کے باہمی سلوک پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اور جبکہ حال ہے جو ابھی مذکور ہوا تو ہمارے لیے فریقین کی دونوں رایوں کے درمیان ہمارے زمانہ کے موجودہ حالات کے ہوتے ہوئے تطبیق دینا ممکن ہے اور کہ لوگوں کے مصالح اور منافع کے مناسب فریقین کی دو رایوں میں سے کسی ایک کو پسند کریں۔ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ کاشت کار کی شدید حاجت اور ضرورت کا انتظار کرتے ہیں اور اس کو اراضی زراعت کے لیے نہیں دیتے مگر جب اس کو مجبور دیکھیں اور اس پر بوجھ ڈالیں اور جب کاشت کار ضرورت سے مجبور ہو کر کاشت کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو زمیندار ایسی شرطوں پر زراعت کے لیے اس کو زمین دیتے ہیں کہ وہ نقصان میں پڑ جاتے اور اس کی کاشت کاری کا نتیجہ صرف زمیندار کو پہنچ جائے اور کاشتِ کار سے جو مال اور عمل کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا تو زمیندار اس معاہدہ سے زیادہ زمین کی پیداوار پر اس طرح تسلط جما لیتا ہے اور یہ طریقہ شریعت اسلامی کی نظر میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ شریعت اسلامی مضطر کی پریشان حالی کی حمایت اور کمزور کام کرنے والے کاشت کار کی مدد کو واجب کرتی ہے لہٰذا لوگوں کو ایسی مزارعت سے جس میں کاشتکار کو ایسی محنت کے مناسب پھل سے دور اور محروم کر دیا اور کاشتکار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی حاجت کو اپنی دولت کے ازدیاد کا آلہ کار بنا لیا ہے روک دیا جائے اور اور ڈرایا جائے۔ ایسے حالات میں مالکیہ کی رائے اور مسلک کے مطابق فتوی دینا چاہیئے جس نے پیداوار میں ہر دو فریق زمیندار اور کاشت کار کے لیے مساوات کو شرط کیا تھا۔ لیکن جب زمین دار اور کاشت کار ہر دو کا ارادہ نیک اور خیر ہے کہ ہر ایک اپنی زمین اور محنت کے پیش نظر اپنے اپنے واجبی حق کو حاصل کرے زمیندار اپنے فرض اور حق میں بد دیانتی نہ کرے اور کاشتکار اپنے فرض محنت اور عمل میں خیانت نہ کرے اور مزارعت کا معاملہ مصالح وقت اور معاشی ضرورت کا تقاضا ہے تو ایسے فقہاء کے فتوی پر مزارعت کی اجازت دے دی جائے جو مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۰ ج ۳)

غرض یہ کہ مزارعت کو ارباب علم و فقہ باہمی امداد اور اشتراک کی صورت قرار دیتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ زمین کا مالک اور کاشتکار زراعت کے تمام مصارف ضروریہ میں ایک دوسرے کے برابر کے شریک ہوں۔ ورنہ یہ سمجھا جائیگا کہ زمین کا مالک کاشتکار پر ظلم اور تعدی کرتا ہے اگر کھیتی باڑی کی بہتری کے مصارف میں کاشت کار کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔

## اسلام تعاون اور امداد باہمی کا حکم کرتا ہے

سورۃ المائدۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے "اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر" اگر کوئی شخص یا جماعت خدا کی مخلوق کے جائز اور ضروری تصرفات اور عزت نفس اور فکر و نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی صریت اور مخلوق خدا کی بے لوث اور رضا کارانہ امداد و تعاون کو روکدے
اور خدا کی مخلوق کی مار دھاڑ لوٹ کھسوٹ اور ظلم و تعدی کو روا رکھے جیسا کہ یہ
تمام ذہائم سوشیلزم کی حیات کے مقاصد ہیں تو جماعت اسلام کو اس کے
روکنے کی یہ تدبیر ہے کہ اس کے ظلم اور عدوان کی اعانت نہ کرے بلکہ سب مل
کر نیکی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کریں اور اس کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں
کو روکیں۔ اور اس نظام کو رواج نہ ہونے دیں جس کو اسلام کے مقابلہ پر قائم
کرنا اس شخص یا جماعت کا نصب العین ہے۔ اگرچہ سوشیلزم اپنے نظام کی
تبلیغ کو اشتراک اور تعاون کے دلکش اور پسندیدہ نام سے ظاہر کرتا ہے
مگر یہ سراسر دھوکا ہے۔ سوشیلزم کی تہ میں جبر و استبداد اخلاقی اور
روحانی تباہی اور روٹی اور پیٹ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تعاون اور
امداد باہمی کے ابواب جس طرح اسلام نے کھول دیے ہیں سوشیلزم کو
شاید اس کے سوچنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا
گیا ہے "نیکی کچھ بھی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف"
یہود اور نصاریٰ بیت المقدس کی طرف مغرب اور مشرق کی طرف منہ
کرتے تھے اور اس کو نیکی سمجھتے تھے اور فخر کرتے تھے۔ قرآن شریف
نے انکی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک عقائد اور اعمال ضروریہ
کا احترام اور پابندی نہ کی جائے صرف مشرق یا مغرب کی جانب سے
بیت المقدس کی طرف نماز میں منہ کرنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ صرف اپنے
خیال اور اپنی خواہش سے کسی کام یا نظام کو نیکی سمجھنا اور دوسروں کو
بتلانا کہ وہ نیکی ہے بھلائی اور نیکی نہیں ہے بلکہ وہ خواہش نفس ہے اور
حرص اور ہوئی کا ذلیل جذبہ ہے۔ نیکی یہ ہے "جو کوئی ایمان لائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار" مذکورہ عقائد اور اعمال، اوصاف اور اخلاق حمیدہ نیکی اور بھلائی اور ہدایت کا اثر اور مغفرت کا سبب ہیں۔ تعاون اور امداد باہمی جس سے معاشرہ آسودہ اور خوشحال بنتا ہے اور باقی رہ سکتا ہے یہ ہے کہ مال کی رغبت اور محبت کے باوجود مذکورہ اصناف میں اس کا خرچ اور انفاق کیا جائے اور یہ تب ہی ہوگا کہ معاشرہ میں ارباب ثروت و املاک موجود ہوں۔ اور جو مسلمان کفار کی قید میں ہیں ان کی رہائی میں یا جو مقروض ہیں اس کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا غلام مکاتب کو خلاصی دلانے میں مال کو خرچ کرنا نیکی اور بھلائی ہے۔ ارباب ثروت کو اہل حاجات اور اقارب کی ضروریات میں اور مسلمان سے قرض کے بوجھ اٹھانے میں اور ایک انسان کو غلامی کی قید و بند سے آزاد کرانے میں دولت کو خرچ کرنا تعاون اور امداد باہمی ہے اور مظلوم اور عاجز مسلمان کا ارباب تمول پر اللہ تعالیٰ نے یہ حق رکھا ہے۔ اور مذکورہ اصناف کے لیے قرآن شریف نے ارباب دولت کے اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ مذکورہ حقوق عائد کئے ہیں۔ اس لیے کہ مذکورہ انفاق کے بعد زکوٰۃ کے دینے کا امر کیا ہے۔

سید آلوسیؒ اور حضرت جصاصؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسراور ذکر سے قبل مذکورہ صدقات نوافل کا ذکر کیا گیا ہے اور صدقات واجبہ کی زکوٰۃ کے ذکر سے پہلے تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ زکوٰۃ کے علاوہ اہل ثروت کو مذکورہ حقوق کے ادا کرنے پر انگیخت کے ساتھ ساتھ یہ بھی تنبیہہ کرتا ہے کہ اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ ایسے حقوق رکھے گئے ہیں کہ وہ ابدی ہیں اور زکوٰۃ کی طرح ان کی تقدیر نہیں کی گئی ہے۔ اور اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ معاشرہ میں جب افراد کی حاجت ضرورت کی حد تک پہنچ جاتی ہے تو لوگوں پر واجب ہے کہ اہل ضرورت کی ضروریات رفع کرنے میں ان کی ضرورت کے مطابق انکی امداد کریں اگرچہ ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہو اور ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ حسب استطاعت ان کے معاش میں تعاون اور امداد کرے۔ فاطمہ بنت قیس رضؓ فرماتی ہیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے استشہاد کے لیے سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور بخاریؒ نے بھی ابی ہریرۃ رضؓ کی روایت سے فاطمہ بنت قیس رضؓ کی روایت کی طرح مذکورہ حدیث کو روایت کیا۔

(روح المعانی ۔ احکام القرآن)

تعاون اور امداد باہمی یہ ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا اور اسلام معاشی نظام میں اس کو قائم رکھتا ہے کہ ارباب دولت کو بنی نوع انسان کی معاشی امداد اور تعاون کا احساس دلایا گیا اور اس کے اختیار اور ارادہ سے ارباب ضرورت کی معاشی تکمیل پر آمادہ کیا گیا ہے لیکن سوشیلزم آرڈیننس اور آمرانہ نظام ہے جس نے ہر شخص کو مزدور بنایا ہے اس سے کام لیتا ہے۔ اور اس کو پوری مزدوری نہیں دیتا اور اس کو اس کے اختیار اور ارادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے روک دیا ہے وہ اپنی کمائی میں اپنے اختیار اور ارادہ سے کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا اور اس کے فکر و نظر کو سلب کر لیا گیا ہے وہ اپنی اور دوسروں کی بہتری کو اپنے فکر و نظر سے نہیں سوچتا بلکہ وہ اس طرح اور اس طرف پہ چلے گا جس طرف چلایا جاتا ہے۔ اور اس کام کو انجام دے گا جو اس سے دیا جاتا ہے۔ کیا انسانی عزت و شرف اور اختیار و قدرت پر اس سے بڑھ کر ظلم اور تعدی اور ذلت ہے؟ سوشیلزم کی پارٹی سوشلسٹ معاشرہ کا مستبد آمر سرمایہ دار بڑا اژدہا ہے جس نے معاشرہ کو نگلنے کے لیے منہ کھولا ہے۔

## اسلام کے معاشی نظریات

۱۔ اسلام ایسے معاشی نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے جس سے نسل انسانی کے افراد کی حاجات اور ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے اور معاشیات کو دولت مندوں کے لیے مسابقت کا میدان نہیں بناتا بلکہ معاشیات کے وسائل کی افادیت کو عام کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ اسلام احتکار اور اکتناز کو حرام کرتا ہے۔ دولت کو اپنے لیے مخصوص کرنا اور خزانہ بنانے کی منع کرتا ہے

۳۔ اسلام دولت مندوں کی دولت میں صدقات واجبہ کے علاوہ ارباب ضرورت کے لیے حقوق قائم کرتا ہے۔

۴۔ اسلام یہ بتلاتا ہے کہ دولت جمع کرنے اور خزانہ بنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ دولت جائز طریق پر صرف کرنے اور انفاق کے لیے ہے اس لیے اسلام دولت کے انفاق پر بار بار امرار اور اصرار کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۵۔ اسلام نسل انسانی ﷺ تمام افراد کی معیشت کو زمین میں ودیعت بتلاتا ہے مگر اس کے ساتھ کسی انسانی فرد کیلئے اس کی معیشت کا حصہ اس میں محدود اور متعین نہیں کرتا اس لیے کہ نسل انسانی کے تمام افراد کو زمین سے اسلام معیشت کا مساوی حق دیتا ہے۔ اسلام انسانی افراد کو زمین کے کارآمد بنانے اور آبادکاری پر اس لیے مامور کرتا ہے کہ زمین کے کارآمد بنانے والے کو اسلام زمین سے استفادہ کرنے کا فوق اور زیادہ حق دیتا ہے۔ اور اس وجہ سے اسلام اراضی کے متعلق ایسے احکام دیتا ہے جن میں اسلام کے معاشی نظریات کا نظام قائم اور محفوظ ہو سکتا ہے۔ یہاں مختصراً اراضی کے متعلق اسلام کے دیے ہوئے احکام کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

## جاگیرداری

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور خلفائے راشدینؓ نے انصار اور مہاجرین اور دوسرے حضرات کو جاگیر میں کچھ رقبے دیے تھے جو انکی سادہ زندگی کے لیے کفایت کرتے تھے مگر ان جاگیروں اور املاک کی قطعاً یہ صورت نہیں تھی کہ دیہات کے دیہات اور رقبے کے رقبے افراد کے قبضہ میں دے دیے گئے ہوں۔ ان حضرات میں بعض اپنی زمینوں میں خود کاشت کرتے تھے اور بعض حضرات دوسروں سے مزارعت کا معاملہ کرتے تھے۔ مگر ان کے معاملۂ مزارعت میں قطعاً اس تصور کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ ان کے کاشت کار محکوموں اور مزدوروں کی طرح ان کی دولت کے ازدیاد کا ذریعہ اور آلۂ کار تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس قسم کی زمین داریوں اور جاگیروں کی مثال اسلام کے نظام میں کہیں نہیں ملتی ہے کہ کاشت کار صرف اس لیے ہے کہ زمینداروں کی دولت کو بڑھائے اور ان کی تمام زندگی زمیندار کے رحم و کرم پر ہو اور زمین دار کو ان کے خیر و شر میں پورا اختیار ہو۔

ہندوستان میں جاگیرداری کی یہ صورت تھی کہ جاگیردار کو زمین کے رقبہ کا اور زمین کی پیداوار کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ زمین سے جس قدر خراج بیت المال کو حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی حصہ یا کل خراج کسی ایسے شخص کو جاگیر میں دے دیا جائے جو خراج کے مصارف میں داخل ہے۔ مصالح اسلامیہ میں کام کرنے والا ہے جیسے کہ سرحدوں کی حفاظت اور فوج کے اخراجات کو برداشت کرتا ہے۔ سلطان محمود کے عہد سے لے کر شہاب الدین غوری کے عہد تک حکومت کا نظام اس قسم کی جاگیرداریوں پر قائم رہا۔ اور شہاب الدین غوری نے سرکاری حکام کو خراج کے وصول کرنے پر اس طرح مامور کیا تھا کہ ایک ریاست کے چھوٹے چھوٹے حصے کر کے مسلمان سرداروں کو بطور جاگیر دے دیے کہ وہ اپنے علاقہ کا خراج وصول کریں اور اس کا کچھ حصہ بیت المال میں داخل کریں اور باقی اپنے مصارف میں صرف کریں۔ اور یہ جاگیر سرداروں کی خدمات کا صلہ تھا اور ان کی تنخواہیں تھیں۔ ہوتے ہوتے اکثر فوج کی تنخواہ جاگیر کی صورت میں دی جانے لگی اور افسران فوج کو پنج ہزاری اور دوازدہ ہزاری کے منصب عطا ہوتے تھے۔ علاؤالدین خلجی نے اس قاعدہ کو منسوخ کیا اور نقد تنخواہوں کا قانون نافذ فرمایا۔ اور خراج مقاسمہ بٹائی کر دی گئی۔ یعنی بجائے نقدی کے خراج میں جنس لیا جاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھا۔ سلطان غیاث الدین تغلق اور محمد تغلق کے عہد میں بھی اس طرح کا نظام رہا
اور فیروز تغلق نے پھر جاگیروں کی صورت میں تنخواہوں کو جاری کر دیا۔ خاندان
تغلق کی حکومت میں ضعف آیا اور جاگیردار اپنی جگہ خود مختار بن گئے ۸۰۷ھ
سے لیکر ۹۶۰ھ تک مختلف خاندانوں کی حکومت رہی پھر طوائف الملوکی
شروع ہوئی اور ایک ایک امیر خود مختار ہو گیا۔ ایران سے ہمایوں کی واپسی
پر خاندان مغلیہ کا دور آیا مگر اورنگ زیب کے بعد زوال شروع ہوا اسوقت
تمام جاگیردار خود مختار بن گئے اور پورا خراج اپنے لیے وصول کرنے لگے
مالکان اراضی پر ظلم کیا اور ان کے املاک کے جبراً مالک بن بیٹھے۔ انگریزوں نے
جب قبضہ جما لیا تو ان جاگیرداروں کو مالک تسلیم کیا۔ بنگال میں وہ جاگیردار
زمین دار کہلاتے تھے اور اودھ گجرات میں تعلق دار کہلاتے تھے۔ انگریزوں
نے ان کی جائدادوں پر ان کو بحال رکھا اور انہی سے مال گزاری وصول کر لی
اور جو اصل مالکان اراضی تھے کاشت کار بنائے گئے اور کاشت کاروں کی
محنت اور عمل کو زمینداروں نے اپنی دولت اور سرمایہ بنایا اور دور دور
تک بڑے بڑے علاقے اور گاؤں زمینداروں کے قبضے میں رہے اور
کاشت کار ان کے محکوم اور ان کی دولت میں اضافہ کا سبب اور اغراض کا ذریعہ
بنتے رہے۔ اور خائن غدار جاگیرداروں کی ریاستیں اور زمیندار یاں
بنتی رہیں۔ آج کے بڑے بڑے زمین دار اور اربابِ ریاست ان قدیم
خائنوں اور غداروں کا بقیہ ہیں۔ اس قسم کی زمینداری اور جاگیرداری کیلئے
اسلام کے معاشی نظام میں کوئی مقام نہیں ہے۔ اس طرح کی زمینداری کا وہ
تصور جو سرمایہ دارانہ نظام میں پایا جاتا ہے کہ کاشت کار معمولی معاش کیلئے
تباہ حال رہے اور زمین کے لگان سے زمیندار عیش و عشرت کی کرسی پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صدر نشین ہو، اسلام اس کے جواز کے حق میں مطلق نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کی زمینداری احتکار اور اکتناز کی ایک شکل ہے جس کا اسلام انسداد کرنا چاہتا ہے۔

اسلام میں زمینداری کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ ضروری اور سادہ معاش کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جس طرح تجارت میں مضاربت کا معاملہ کیا جاتا ہے اسی طرح زمیندار اور کاشت کار دونوں شریک معاملہ کی حیثیت سے زمین میں لگان یا بٹائی کا باہمی معاملہ کر سکتے ہیں۔

## ضروریات معاش سے زائد اراضی

زمین بنیادی وسائل میں سب سے بڑا اہم وسیلہ ہے اور حق تعالیٰ نے انسانی معیشت کو اس میں قائم کیا اور نسل انسانی کے ایک ایک فرد کو زمین سے روزی حاصل کرنے پر مامور کیا ہے۔ اور کسی فرد کے لیے زمین سے اس کی معیشت کی کوئی خاص حد متعین اور مقرر نہیں کی گئی ہے۔ اس لیے نسل انسانی کے ہر فرد کو زمین سے اس قدر معیشت لینے کا حق دیا گیا ہے جس قدر کہ اس کو ضرورت ہے۔ اور جو اس کی ضرورت سے زائد زمین ہے اس سے کسی فرد کو استفادہ کرنے سے روکنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر رقبہ سے خود کاشت کی صورت میں استفادہ کیا جا سکتا ہے اس سے زائد رقبہ اپنے قبضہ میں نہیں رکھا جائیگا اور کسی ایسے کو مفت استفادہ کے لیے دیا جائیگا کہ اس کے معاش کی کفایت کرے۔

رافع بن خدیج رضؓ فرماتے ہیں حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ارشاد فرمایا جس کو زمین کی ضرورت نہیں ہے تو اس کو اپنی زمین کا اس قدر حصہ اپنے بھائیؓ کو عطیہ میں دینا چاہیئے یا اس کو کاشت کے بغیر خالی چھوڑ دے

(ابوداؤد باب فی التشدید فی ذالک)

جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں بعض صحابہؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ زمینیں تھیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زائد زمین ہے پس اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے بھائیؓ کو عطیہ میں دیدے ورنہ اس کو خالی از کاشت روکے (صحیح مسلم باب کراء الارض)

ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس زمین ہے پس اس کو کاشت کرے یا دوسرے بھائیؓ کو دے دے اگر ایسا کرنا نہیں چاہتا تو اس کو خالی از کاشت روکے۔

(بخاری باب ماکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یواسی بعضہم بعضا)

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ ارشادات میں یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ زمین سے معاشی استفادہ صرف اس صورت میں کیا جائے کہ وہ خود اس میں کاشت کرے اور اپنی ضرورت کے مطابق استفادہ کرے اور اگر اس کی حاجت سے زائد اراضی اس کے قبضہ میں ہے تو وہ کسی ایسے دوسرے کو عطیہ میں دے جس سے وہ اپنی حاجت کو پورا کرے اور اگر وہ زمیندار ایسا کرنا نہیں چاہتا تو اس زمین سے کسی دوسرے کی محنت اور کاشت کے توسط سے اس سے استفادہ نہ کرے اور اس کو خالی چھوڑ دے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد یہ نہیں ہے کہ زمین کو خالی از کاشت چھوڑ دیا جائے بلکہ زمین سے خود کاشت کرنے کی صورت میں یا اس سے دوسرے کو کاشت کی صورت میں استفادہ کرنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تاکید مقصود ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس ارشاد میں یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اراضی سے استفادہ کرنا نسل انسانی کے ہر ایک فرد کا حق ہے لیکن استفادہ کرنے کی حد اس کی حاجت اور ضرورت ہے اور ضرورت سے زائد اراضی میں ایسے حضرات کو استفادہ کرنے کا حق دیا جاتا ہے جن کو اپنی محنت سے معاشی ضروریات زمین سے حاصل کرنے کی احتیاج ہے۔ اور نیز رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ اشارات سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین سے استفادہ کرنے کا صحیح اور صحت مند طریقہ صرف یہ ہے کہ اس میں خود محنت اور کاشت کی جائے اور خود کاشت کے بغیر اگر شارع علیہ السلام کی نگاہ میں استفادہ کرنے کا کوئی دوسرا پسندیدہ طریقہ ہوتا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ضرور ذکر فرماتے اور خود کاشت نہ کرنے کی صورت میں کسی دوسرے کو کاشت کے لیے عطیہ میں دینے کی ہدایت نہ فرماتے۔ اور نیز مذکورہ ارشادات نبوی کو اگر زیادہ غور و تامل سے سوچا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ ارشادات نبوی میں مذکورہ مضمون سورۃ اعراف اور سورۃ الحجر کی ان آیات کی جن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو زمین میں بسنے کی جگہ دی اور زمین میں ان کے لیے روزی مقرر کر دی ہے یہ تفسیر ہے کہ افراد نسل انسانی کو زمین سے معاش حاصل کرنے میں مساوی حق ہے اور زمین سے انکو اپنی روزی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور کسی فرد کو بھی اپنے کفاف سے زیادہ زمین کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا اور کسی دوسرے کو زمین سے اپنی روزی حاصل کرنے سے روکنے کا حق نہیں ہے اس لیے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشادات میں یہ امر فرمایا کہ اپنے کفاف سے زیادہ رقبہ کو اگر اس میں محنت اور کاشت نہیں کر سکتے تو کسی دوسرے کو اس کے کفاف کے لیے کوئی معاوضہ لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بغیر مفت استفادہ کرنے کے لیے دے دے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ہم میں بعض لوگوں کے پاس زائد از حاجت زمینیں تھیں اور وہ اپنی زمینوں کو نصف یا ثلث اور ربع پیداوار کے معاوضہ پر دوسروں کو دیا کرتے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا جس کے پاس اس طرح کی زمین ہے تو اسے اس کو خود کاشت کرنا چاہیئے یا اپنے دوسرے بھائی کو عطیہ دے اگر وہ انکار کرے تو اس کو روکے۔ اور حضرت خصیب کے طریقہ سے اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ معاوضہ پر زمین نہ دینی چاہیئے۔ امام طحاویؒ حضرت جابرؓ کی اس مذکورہ حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی اس حدیث میں دلیل ہے کہ زمین کی کاشت کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ مالک زمین اس کو خود کاشت کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو زمین کا مالک چاہے مفت کاشت کے لیے دے دے۔ اور اس کے سوا تیسری صورت اس کے لیے جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ زمین بٹائی کے معاوضہ پر بھی نہیں دی جاسکتی اور نقدی معاوضہ اجارہ پر بھی نہیں دی جاسکتی۔

(معانی الآثار باب الحرث والمزارعۃ)

## زمین کو کرایہ پر نہیں دینا چاہیے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے زمین کو کرایہ پر دیا جائے۔ (صحیح مسلم باب کراء الارض)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں صحابہؓ اپنی زمینوں کو تہائی چوتھائی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نصف پیداوار پر دوسروں کو کاشت کے لیے دیا کرتے تھے تو حضورؐ نے فرمایا جس کے پاس زمین ہے وہ خود اس میں کاشت کرے یا کسی کو عطیہ دے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اپنی زمین کو روکے رکھے۔

(بخاری باب الحرث والمزارعۃ)

حضرت جابرؓ مذکورہ ارشادات میں زمین کو کرایہ پر دینے سے مطلقاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی اور ممانعت کو روایت فرماتے ہیں۔ خواہ مزارعت کا طریقہ کچھ بھی ہو مگر اس کا بدل رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو متعین فرمایا کہ یا تو زمین کا مالک اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے ضرورت مند کو مفت استفادہ کے لیے دے دے۔ مزارعت کی تیسری صورت کی رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت نہیں فرمائی بلکہ زمین کو خالی روکے رکھنے کا امر دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ حضرت جابرؓ کی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت جابرؓ کی یہ حدیث مزارعت کی ممانعت کی وجہ اور سبب کی تفسیر ہے اور وہ یہ ہے کہ صحابہؓ بٹائی پر زمین کو کاشت کے لیے دیا کرتے تھے اس لیے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکو بٹائی پر زمینوں کے دینے سے منع فرمایا۔ (فتح الباری ص ۱۸/۵)

سلیمان بن موسیٰ کے طریقہ سے حضرت جابرؓ کی حدیث اس طرح مذکور ہے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ اسمیں کھیتی کرے یا اپنے بھائی کو کھیتی کے لیے دے دے اور اس کو کرایہ پر نہ چلائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ کی یہ حدیث مختلف اور متعدد طریقوں سے مذکور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے اور ان تمام طریقوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر اور کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ زمین کا مالک یا اس میں خود کاشت کرے یا اپنے دوسرے بھائی کو مفت کاشت کے لئے دیدے ۔ اور حضرت بکیر رضؓ کے طریقہ سے ابن عمر رضؓ کا یہ بیان مذکور رہے ہم زمینوں کو کرایہ پر دیا کرتے تھے اور جب حضرت رافع رضؓ سے ہم نے بٹائی پر زمین کے دینے کی ممانعت سنی تو ہم نے زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔ (صحیح مسلم ص۱۱/۲ ۔ صحیح بخاری ص۳۱۵)

حضرت جابر رضؓ اور ابن عمر رضؓ کے مذکورہ بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسالتمآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مزارعت کی نہی فرماتے ہیں اور یہ امر دیتے ہیں کہ زمین کا مالک خود کاشت کرے اور اگر وہ کسی وجہ سے خود کاشت نہیں کرسکتا تو اس کو دوسروں کے استفادہ کے لیے مفت دے دے ۔ حضرت جابر رضؓ اور ابن عمر رضؓ کی روایات میں کوئی فقرہ یا جملہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزارعت کی ممانعت کسی ایسی وجہ سے کی ہے جس سے مزارعت فاسد ہوتی ہے اگر رسالتمآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کسی فاسد وجہ کیوجہ سے مزارعت کو منع فرماتے تو رسالتمآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس کی صراحت معلوم کرنی ضروری تھی اور اس کو منع کیا جاتا اور نفس مزارعت جائز اور برقرار رکھی جاتی ۔ مگر رسالتمآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات میں علی الاطلاق مزارعت کی نہی کی گئی ہے اور اس کے بالمقابل خود کاشت کرنے کا امر دیا گیا ہے یا زمین کے مالک کو دوسروں کو کاشت کے لیے مفت دینے پر مامور فرمایا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت بابر رضؓ حضرت ابی ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حقول زمین کے کرایہ کو کہتے ہیں۔

(صحیح مسلم ص ۱۲ ج ۲)

ان حضرات صحابہ رضؓ کی روایات میں علی الاطلاق زمین کو کرایہ پر خواہ بٹائی کی صورت میں ہو یا نقدی کی صورت میں ہو اور خواہ مزارعت کی تفصیل کچھ ہو دینے کی ممانعت مذکور ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جس کے پاس زمین ہے اس کو خود کاشت کرے یا دوسروں کو کاشت کے لیے دیدے اور اس کا معاوضہ نہ لے۔ (نسائی ص ۱۴۳ ج ۲)

حضورؐ کا ارشاد کسی سائل کے جواب میں یا مزارعت کے کسی طریقہ کی تفصیل کے جواب میں نہیں ہے بلکہ ایسا حکم ہے جس نے زمین کے خود کاشت کرنے پر یا کسی دوسرے کو مفت کاشت کے لیے صاحب زمین کے دینے پر مامور فرمایا اور زمین کو مزارعت پر دینے سے روکا ہے۔

حضرت رافع رضؓ بن خدیج رضؓ نے عبداللہ بن عمر رضؓ سے فرمایا میرے دونوں چچا جو اصحاب بدر ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ حضرت رافع رضؓ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عہد میں مخابرہ کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس زمین ہے اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے بھائی کو کاشت کے لیے دے دے اور اس کو تہائی یا چوتھائی اور معین مقدار طعام پر کرایہ نہ دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زید بن حارث رضؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخابرہ کرنے سے منع فرمایا اور مخابرہ یہ ہے کہ زمین کو پیداوار کے نصف یا ثلث یا ربع بٹائی پر کاشت کے لیے دیا جائے۔ (ابوداؤد ص ۴۸۲-۴۸۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پوتے قاسم بن محمد سے زمین کے کرایہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا حضرت رافع رضؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اُسید بن ظہیر رضؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رافع بن خدیج رضؓ آئے اور کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو حقل کرنے سے منع فرمایا ہے اور حقل ثلث اور ربع کی بٹائی کا نام ہے۔ (نسائی ص ۱۵۱-۱۵۲)

حضرت رافع رضؓ اور آپ کے دونوں چچا اور حضرت زید بن ثابت رضؓ علی الاطلاق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزارعت کی ممانعت روایت فرماتے ہیں۔ محاقلہ اور مخابرہ کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کا مالک اپنی زمین سے استفادہ کے عوض کچھ وصول کرے اور اس میں محاقلہ اور مخابرہ کے مفہوم میں مزارعت کے طریقہ کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے مزارعت کی تفصیل یا اسمیں کسی قسم کی قید اور شرط ہو یا نہ ہو رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نہی فرمائی ہے اگر مزارعت کی نہی کرنے میں کسی فاسد شرط کو دخل ہوتا تو حضرت رافع رضؓ اور آپ کے دونوں چچا اور دوسرے حضرات صحابہ رضؓ مزارعت کے بارہ میں رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صرف نہی کو بیان نہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مزارعت کے طریقہ کی تفصیل یا اس شرط فاسد کو ضرور ذکر کرتے اور اس کا ذکر کرنا ضروری بھی تھا تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہوتی اور اشتباہ نہ رہتا۔ مگر مذکورہ حضرات صحابہ رضؓ نے صرف رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہی کی روایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنے پر اکتفا کیا اور اسوقت کے مروجہ طریقہ مزارعت کو ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مزارعت کی نہی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے دستور مزارعت میں خرابی تھی اگرچہ ان کا دستور مزارعت پسندیدہ اور مشروع نہ ہو مگر اس کی اصلاح ممکن تھی اور تبدیل کیا جا سکتا تھا بمگر مزارعت کی نہی نہ اس کی اصلاح ہے اور نہ اس کا نعم البدل ہے بلکہ مزارعت کا رواج خواہ کسی صورت میں ہو شارعؑ کی نگاہ میں نامشروع اور ناپسندیدہ ہے اس لیے کہ زائد از ضرورت زمین کو اپنے قبضہ میں رکھنا اور اس سے استفادہ کرنا دوسرے اہل حاجات کے حقوق کو تلف کرنے کے برابر ہے اور نیز جب زمین کا مالک دوسروں کو بالمعاوضہ کاشت کے لیے زمین کو دیتا ہے اور اس کی ضرورت سے وہ زائد ہے تو اس نے احتکار اور اکتناز کا راستہ اختیار کیا ہے جس کو رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

## حضرت اُسید بن ظہیرؓ کا بیان

مزارعت کی بحث میں اسید بن ظہیرؓ کا بیان بہت قابل قدر ہے کہ وہ زمین دار گھرانہ خاندان بنی حارثہ کا ایک معزز فرد ہے اور خود صاحب معاملہ زمین دار ہے اور زمین کے کرایہ کے مختلف پہلوؤں کے بارہ میں آپ نے رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہر ایک پہلو کے متعلق رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب بھی روایت کرتے ہیں اور آپ کا امر بھی۔ اس لیے حضرت اسیدؓ کے بیان کو میں یہاں پر نقل کرنا لازم سمجھتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسید بن ظہیرؓ اپنی قوم کے سامنے آئے اور کہا اے بنی حارثہ! تم پر بڑی مصیبت پڑی لوگوں نے کہا وہ کیا ہے آپ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے ہم نے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلعم! اگر ہم زمین کو جنس کے کرایہ پر دیا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت اسید نے کہا اگر ہم زمین بھوسا چارا کے کرایہ پر دیا کریں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت اسید نے کہا جو پانی کی نالیوں کے سرے پر زمین ہوتی ہے اس کے بدل کرایہ پر دیا کریں؟ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور فرمایا اس کو خود کاشت کرو یا مفت دوسروں کو کاشت کے لیے دے دو۔

(نسائی شریف ص ۱۴۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اور اسی طرح مبسوط ص ۱۱/۲۲ میں حضرت رافع بن خدیجؓ کا بیان مذکور ہے۔

حضرت اسیدؓ کے استفسار میں مزارعت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہے اور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی پہلو سے بھی زمین کو مزارعت کے لیے کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں دی اور یہی ارشاد فرمایا کہ یا تو خود کاشت کرو یا دوسروں کو مفت کاشت کے لیے دے دو۔ اور حضرت رافعؓ کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ ہم نے ثلث اور ربع پر مزارعت کی اجازت چاہی تھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت بھی نہیں دی اور فرمایا کہ زمین کو یا خود کاشت کرو یا دوسروں کو مفت کاشت کرنے کے لئے دے دو۔ حضرت اسیدؓ اور حضرت رافعؓ کے مذکورہ بیانات میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثلث اور ربع پر مزارعت کے لیے زمین کی اجازت اس سوال کے بالمقابل اور تسیم کی صورت میں مذکور ہے کہ پانی کی نالیوں کے سر سے پر جو زمین ہے اس کی پیداوار کے بدل پر ہم زمین کو کرایہ پر دیں تو حضورؐ نے اس سے منع فرمایا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پانی کی نالیوں کے سر سے پر زمین کی پیداوار کے بدل زمین کے کرایہ کی نہی کی طرح رسالتمآبؐ نے ثلث اور ربع پر بھی زمین کے معاوضہ اور کرایہ لینے سے منع فرمایا ہے اگرچہ اس میں شرط فاسد اور کاشتکار کا خسارا نہیں ہے۔

حضرت شمس الائمہ سرخسیؒ حضرت اسیدؓ کی مذکورہ حدیث کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت اسیدؓ نے حضورؐ کی نہی کو قوم کے لیے اس طرح مصیبت کہا اور بتلایا ہے کہ بنی حارثہ مزارعت کے طریقہ پر زمین سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ اگر رسالتمآبؐ کی نہی کی یہ مراد ہوتی کہ ان کے معاملہ مزارعت میں فاسد شرط موجود تھی یا کسی مجہول شے پر ان کی مزارعت کا دستور تھا اس لیے حضورؐ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے تو یہ قوم کے لیے بڑی بڑی مصیبت نہ ہوتی اس لیے کہ بنو حارثہ صحیح اور سیدھی سادھی مزارعت کے طریقہ سے بھی اپنی زمینوں سے استفادہ کر سکتے تھے اور یہی مقصود تھا مگر حضور کی نہی سے جو بنی حارثہ کے لیے بڑی مصیبت بن گئی ہے اس کی صورت صرف یہی ہے کہ بنو حارثہ دونوں کی محنت اور کاشت کے طریقہ پر زمین کے طریقہ پر زمین کے استفادہ کرنے سے روک کے گئے۔ اور خود ان کو اپنی زمینوں میں کاشت کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ ان پر شاق تھا اور ان کے لیے مصیبت تھی۔ اور بنو حارثہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو اپنی زمینوں میں رسالتمآبؐ کا خود کاشت کرنے کا یا دوسروں کو مفت کاشت کے لیے دینے کا حکم دلیل ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق مزارعت کی نہی میں بنو حارثہ پر مزارعت کا سدباب کرنا چاہتے ہیں۔ (مبسوط ص ۱۲ ج ۲۴)

اور اسی طرح ثابت ضحاک رضؓ مطلقاً رسالتمآبؐ سے مزارعت کی نہی بیان فرماتے ہیں۔ (معانی الآثار ص ۲۵۷ ج ۲۷۰)

## حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایات

سلیمان بن یسار کے طریقہ سے حضرت کے طریقہ سے حضرت رافع رضؓ کا بیان ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ صلعم کے زمانہ میں ثلث اور ربع پیداوار پر اور معین اناج پر (جنس کے اجارہ پر) زمین کو مزارعت کے لیے دیتے تھے ایک روز ہمارے پاس میرے چچاؤں میں سے کوئی آیا اور اس کے رسولؐ نے زمین کو ایسے کام سے منع کیا جس میں ہمارا فائدہ تھا لیکن اللہ اور اس کے رسول کو خوشی میں ہم کو زیادہ فائدہ ہے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو مزارعت کے لیے ثلث یا ربع پیداوار پر دینے سے منع فرمایا اور حکم فرمایا کہ زمین کا مالک خود اس میں کھیتی کرے یا دوسرے کو کھیتی کے لیے دے دے۔ اور حضور صلی اللہ نے برا جانا زمین کو کرایہ پر دینے پر اور کسی طرح پر (صحیح مسلم ص ۱۳ ج ۲۷۰)

حضرت رافع رضؓ کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ زمین کی مزارعت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً منع فرمایا ہے خواہ اس میں کوئی فاسد شرط ہو یا نہ ہو اور جنس کی مقدار بھی متعین ہو اور زمین سے استفادہ کی صرف ایک صورت یہ متعین کی گئی ہے کہ زمین کا مالک اس میں خود کاشت کرے یا دوسروں کو مفت کاشت کیلئے دیدے اور اس کے علاوہ کسی طرح بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین کا کرایہ معاوضہ برا جانتے تھے۔

اور ابی النجاشی کے طریقہ سے حضرت رافع رضؓ کا یہ بیان مذکور ہے حضرت ظہیرؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے کام سے روکا جس میں ہمارے لیے بڑی آسانی تھی حضرت رافعؓ نے کہا رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ حضرت ظہیرؓ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو حضرت ظہیرؓ نے کہا ہم اپنی زمینوں کو نالیوں کے سرے کی پیداوار کے بدلہ یا چند وسق کھجور کے یا جو کی شرط پر دوسروں کو بٹائی پہ دیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ظہیرؓ کا بیان سنکر فرمایا ایسا مت کرو خود کاشت کرو یا دوسروں کو کاشت کے لیے دیدو یا کاشت کئے بغیر اس کو روک رکھو۔

(صحیح بخاری ص ۳۱۵ ج اول صحیح مسلم ص ۱۲ ج ۲)

حضرت ظہیرؓ نے اپنی زمینداری کی تفصیل میں جس دستور کا ذکر کیا ہے یہ ان کے معاملہ مزارعت کا دستور تھا کہ مالک اپنے لیے زمین کا ایک حصہ متعین کرتا تھا اور کچھ اس پر پیداوار کے سوا بھی منواتے تھے مگر رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دستور اور شرط فاسد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پیش نظر مزارعت کی نہی نہیں فرماتی ہے بلکہ نفس مزارعت کے معاملہ کو روکتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ اپنی زمینوں کو خود کاشت کرو یا دوسروں کو کاشت کے لیے دو یا کاشت کے بغیر اس کو روک رکھو۔ اگر مذکورہ شرط فاسد کے پیش نظر مزارعت کو روکنا مقصود ہوتا تو رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شروط فاسدہ کی نہی فرماتے اور مزارعت کے درست اور صالح طریقہ کی ہدایت فرماتے۔ حضرت ظہیرؓ نے اپنی زمینداری کا دستور اور رواج بتلایا ہے مگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں مزارعت سے نہی کرنے میں مروجہ شرطوں پر کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ کے ارشاد میں صراحتاً و اشارتاً کوئی فقرہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ ظاہر اور ثابت ہوتا ہو کہ مزارعت کی ممانعت کی بنیاد مذکورہ شروط فاسدہ ہیں بلکہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفس مزارعت کا معاملہ روکنا چاہتے ہیں اس لیے آپ کے ارشاد میں نفس مزارعت کی نہی مذکور ہوتی ہے۔ کہ شارعؑ کا حکم یا نہی شارعؑ کے حکم سے لیا جاتا ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد میں مزارعت کی نہی اور خود کاشت کرنے کا امر ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد میں مزارعت کی نہی اور خود کاشت کے امر کے تقابل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارعت کو منع فرماتے ہیں اور زمین کے مالک کو خود کاشت کرنے کا یا دوسروں کو کاشت کے لیے عطیہ میں دینے کا امر فرماتے ہیں۔ حنظلہ بن قیسؓ کے طریقہ سے حضرت رافع کا یہ بیان مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں ہم زیادہ زمینوں کے مالک اور مزارعت کرنے والے تھے اور ہماری مزارعت کا طریقہ یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی زمیندار اس شرط پر اپنی زمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو زراعت کے لیے دیتا تھا کہ زمین کا ایک معین رقبہ اس کے لیے ہے اور اس کا دوسرا قطعہ کاشت کار کے لیے ہے اور کبھی ایک رقبہ پر آفت پڑتی تھی اور کبھی دوسرے پر کبھی ایک قطعہ سے پیداوار ہوتی تھی اور کبھی دوسرے سے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طریقہ کی مزارعت سے منع فرمایا۔ (بخاری ص۳۱۲ مسلم ص۱۳ ج۲)

حضرت رافع رضؓ کے اس بیان سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مزارعت کرنے سے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خاص صورت اور طریقہ کی مزارعت سے منع فرمانا چاہا ہے اور جس مزارعت میں اس طرح کی شرط نہ ہو وہ درست اور مشروع ہے لیکن بات یہ ہے کہ سلیمان بن یسار کی طریقہ سے حضرت رافع رضؓ کا اپنے چچا کے بارہ میں مذکورہ بیان علی الاطلاق مزارعت کی ممانعت میں ہے جس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ مزارعت سے نہی کسی خارجی شرط کی وجہ سے نہیں بلکہ نفس مزارعت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔ ابن عمر رضؓ سلیمان بن یسار رضؓ نافع عمران بن سہیل ابوالنجاشی تمام حضرات نے حضرت رافع بن خدیج رضؓ سے زمین کے کرایہ کی ممانعت کو مطلقاً روایت کیا ہے اور یہ تمام حضرات رواۃ حضرت حنظلہ رضؓ سے زیادہ ثقہ ہیں اس لیے ان کے بیانوں پر زیادہ اعتماد کرنے کا حق ہے اور نیز حضرت رافع سے حضرت حنظلہ رضؓ کی روایت میں اضطراب ہے اس لیے بھی حضرت رافع رضؓ سے مذکورہ دوسرے رواۃ کو زیادہ معتمد سمجھنا چاہیئے۔ (المحلی ص۲۵۵ - ۲۵۸ ج۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت رافع رضؓ اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت اسید رضؓ اور آپ کے دونوں چچا حضرت ظہیر رضؓ اور حضرت مہیر رضؓ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مزارعت کی نہی کو روایت فرماتے ہیں اور مدینہ منورہ میں یہی حضرات بنو حارثہ تھے جن کے پاس زیادہ اراضی تھی۔ اور انھی کے گھرانہ میں زمینوں کو مزارعت پر دینے کا رواج تھا اور نیز حضرت رافع رضؓ کبھی براہِ راست رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کو روایت فرماتے ہیں اور کبھی اپنے چچاؤں کے توسط سے روایت کرتے ہیں اور نیز حضرت رافع کبھی مزارعت سے نہی کی روایت کے ساتھ مروجہ رواج کو بھی بیان کرتے ہیں اور کبھی مروجہ رواج کے ذکر کئے بغیر صرف مزارعت سے نہی کو روایت کرتے ہیں جیسا کہ سالم بن عبداللہ رحؒ کے طریقہ سے یہ مذکور ہے کہ رافع رضؓ بن خدیج رضؓ نے عبداللہ بن عمر رضؓ کو بتلایا کہ اس کے دونوں چچاؤں نے جو بدر میں حاضر تھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری باب شہود الملائکۃ بدراً ص ۵۷۲ ج ۲)

اس لیے حضرت رافع رضؓ سے روایت کرنے والوں کی روایات میں اختلاف ہو جاتا ہے کبھی حضرت رافع رضؓ کی زبان سے مروجہ زراعت کا طریقہ اور زراعت سے نہی دونوں کو روایت کرتے ہیں اور کبھی مروجہ زراعت کے طریقہ کے ذکر کے بغیر صرف زراعت کی نہی کو روایت کرتے ہیں اور نیز حضرت رافع رضؓ کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے زراعت کی نہی کا براہِ راست بھی سماع حاصل ہے اور اپنے چچاؤں کے توسط سے بھی آپ کو سماع ہے اس لیے حضرت رافع رضؓ کبھی براہِ راست مزارعت کی نہی کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور کبھی اپنے چچاؤں کے توسط سے مزارعت کی نہی کو روایت کرتے ہیں اس لیے بعض حضرات علماء کو حضرت رافع رضؓ کی حدیث میں اضطراب کا شبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوا ہے جیسا کہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں معاملہ مزارعت کے جائز جاننے والوں سے روایت کیا ہے لیکن حقیقت میں حضرت رافع رضؓ کی حدیث میں اضطراب نہیں ہے اور مزارعت کی نہی کے لیے حضرت رافع رضؓ کی حدیث حجت ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے حضرت رافع رضؓ کی حدیث کی روایت کرنے کے بعد حضرت جابرؓ اور حضرت ابی ہریرہؓ کی حدیث کو ان لوگوں کے اس قول کے رد کیلئے روایت کیا ہے جن کو یہ گمان ہے کہ حضرت رافع رضؓ مزارعت کی نہی کی روایت کرنے میں اکیلا ہے اور یہ کہ حضرت رافع رضؓ کی حدیث میں اضطراب ہے۔ امام بخاریؒ اس روش میں کہ حضرت رافع رضؓ کی حدیث کے مضمون کو حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت رافع کی حدیث کے دونوں طریقوں کی صحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور نیز امام بخاریؒ نے یہ بھی ظاہر کرنا چاہا کہ حضرت رافع رضؓ جب براہ راست رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو روایت کرتے ہیں تو اس میں صرف زمین کے کرایہ پر دینے سے نہی کا اقتصار ہوتا ہے۔ اور جب آپ اپنے چچا کے توسط سے روایت کرتے ہیں تو اس میں مزارعت کی نہی کی وجہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ (فتح الباری ص ۱۹ ج ۵)

حافظؒ کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع رضؓ کے چچا سے ان کے طریقہ مزارعت کی تفصیل دریافت فرمائی تھی اور اس نے اپنی مزارعت کا طریقہ بتلایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بتلانے کے بعد ان کو مزارعت کرنے سے منع فرمایا اور زمین کے خود کاشت کرنے کا یا دوسروں کو مفت کاشت کے لیے دینے کا امر دیا تو یہ سمجھا گیا ہے کہ مزارعت کی نہی کی وجہ یہ ہے جو حضرات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رافع رضؓ کے چچا نے اپنے مزارعت کے طریقہ میں ظاہر کیا۔ اور وہ یہ کہ نالیوں کے سرے کی زمین کے بدل اور کھجور اور جو کے چند وسق کے بدلہ وہ حضرات زمین کو مزارعت پر دیتے تھے۔ لیکن حضرت رافع رضؓ جب براہ راست رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مزارعت کے متعلق روایت کرتے ہیں تو حضرت رافع رضؓ مطلقاً مزارعت کی نہی کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس میں مزارعت کے طریقہ کی تفصیل کا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی نفس مزارعت سے ہے خواہ اس کا طریقہ کچھ بھی ہو ورنہ حضرت رافع رضؓ اس کے ساتھ مروجہ طریقہ مزارعت کا بھی ضرور ذکر فرماتے تاکہ یہ واضح طور پر معلوم ہو جاتا کہ مزارعت کے اس مروجہ طریقہ کے علاوہ ایسا طریقہ بھی ہو سکتا ہے جس کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی شامل نہیں اور رسالتمآب علیہ السلام کے نہی کرنے میں کوئی فقرہ ایسا نہیں تھا جس سے یہ سمجھا جا سکتا۔ کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مروجہ طریقہ مزارعت بتلایا گیا تھا اس کی وجہ سے مزارعت کی نہی کی گئی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ نفس مزارعت کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم منع کرنا چاہتے تھے اس لیے حضرت رافع رضؓ نے صرف رسالتمآب کی مزارعت سے نہی کو روایت کرنے پر اکتفا کیا ہے اور مروجہ طریقہ مزارعت کے بیان کرنے کو ضروری اور لازم نہیں سمجھا۔

## نقدی لگان پر زمین کا ٹھیکہ

حنظلہ بن قیس رضؓ کے طریقہ سے صحیح مسلم ص ۱۳ ج ۲ اور صحیح بخاری ص ۳۱۵ ج اول میں حضرت رافع رضؓ کا یہ قول مذکور ہے کہ زمین کو سونے چاندی نقدی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عوض کرایہ پر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ حضرت رافع رضؓ کے اس قول سے بعض حضرات کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ حضرت رافع رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقد لگان پر زمین کا کرایہ پر دینے کے جواز کو روایت کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نقد لگان پر زمین کے ٹھیکہ دینے کا رواج عہد نبوی میں نہیں تھا جیسا کہ حضرت حنظلہ رضؓ کے طریقہ سے رافع بن خدیج رضؓ کا صحیح بخاری ص ۳۱۳ ج ۱ اول اور مشکل الآثار ص ۲۸۸ ج ۲ میں یہ بیان مذکور ہے کہ سونا چاندی کے عوض نقد لگان پر عہد نبوی میں زمین کے ٹھیکہ دینے کا دستور نہیں تھا بلکہ حضرت رافع رضؓ کا یہ مذکورہ قول آپ کا اجتہاد اور قیاس ہو سکتا ہے اور آپ کا یہ اجتہاد اور قیاس بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جس پر آپ کو اصرار نہیں تھا۔ اس لیے کہ سلیمان بن یسار کے طریقہ سے حضرت رافع رضؓ بن خدیج کا یہ بیان مذکور ہے کہ ہم ثلث اور ربع اور اناج کی مقدار معین پر مزارعت کرتے تھے تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلث اور ربع اور اناج کی معین مقدار پر مزارعت کرنے سے روکا۔ (صحیح مسلم ص ۱۴ ج ۲)

اگر مزارعت کی نہی کی وجہ یہ خیال کی گئی ہے کہ اس میں فاسد شرط ہوتی تھی یا مجہول شے پر ان کی مزارعت کا مروجہ دستور تھا تو پیداوار کے ثلث اور ربع پر یا جنس کی مقدار معین پر مزارعت کا ایسا معاملہ ہے جس میں فاسد شرط بھی مذکور نہیں ہے اور مجہول شے پر مزارعت کا معاملہ بھی نہیں ہے مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نفس مزارعت کا معاملہ رد کرنا چاہتے تھے۔ اور نیز عثمان بن سہل بن رافع رضؓ اور عیسیٰ بن سہل بن رافع رضؓ کے طریقہ سے یہ مذکور ہے کہ عمران بن سہل بن رافع نے حضرت رافع بن خدیج رضؓ سے کہا کہ ہم نے فلاں زمین کو دو سو روپیہ ٹھیکہ پر دیدیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تو حضرت رافعؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ اس کے سوا تمہیں اور رزق دیگا اس کو چھوڑ دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

(نسائی شریف ص ۱۴۸/۲ ابو داؤد شریف ص ۱۲۷/۲)

حضرت رافعؓ کا اپنے پوتے کو زمین کے نقد لگان پر دینے سے منع کرنا ظاہر کرتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد میں علی الاطلاق مزارعت کی نہی مراد ہے۔ اس لیے نقد لگان پر بھی زمین کے ٹھیکہ دینے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی شامل ہے۔ اور کبھی حضرت رافعؓ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں نقدی لگان کا رواج بھی نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس سے منع بھی نہیں فرمایا ہے ہوسکتا ہے کہ نقدی لگان پر زمین کے کرایہ دینے کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی شامل نہ ہو۔

**سوال** :۔ ابو داؤد اور نسائی شریف میں طارق بن عبد الرحمٰن کے طریقہ سے عن سعید بن المسیب عن رافع بن خدیج مذکور ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ مزارعت کے صرف تین طریقے ہیں یا تو اپنی زمین میں خود کاشت کرے یا دوسرے کو عطیہ دے یا سونے چاندی نقدی لگان کے عوض کرایہ پر دے۔

**الجواب** : نسائی شریف میں سفیان عن طارق اس طرح مذکور ہے کہ مذکورہ حدیث میں محاقلہ اور مزابنہ سے منع کرنا رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور باقی حصہ سعید بن المسیبؒ کا قول ہے۔

(نسائی ص ۱۴۴/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں مذکورہ حدیث میں محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور اس کا باقی آخری حصہ سعید بن المسیب کا کلام ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے بھی مذکورہ حدیث کا آخری حصہ سعید بن المسیبؒ کا قول روایت کیا (فتح الباری صہ ۲/۵)

سوال :۔ ابوداؤد شریف میں سعید بن ابی وقاص رضؓ کی یہ روایت مذکور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دے دیا کرو اس حدیث سے زمین کو نقدی کے عوض اجارہ یا ٹھیکہ پر دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

جواب :۔ یہ درست ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضؓ کی حدیث سے نقدی کے عوض زمین کی مزارعت کے جائز ہونے کا گمان ہو سکتا ہے مگر حفاظ حدیث کو اس روایت پر اعتراض ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ کی حدیث کی روایت کے دو طریقے مذکور ہوئے ہیں ایک طریقہ میں عبدالملک بن جیب اندسی ہے جو روایت کے لحاظ سے مردہ ہے۔

(المحلی صہ ۲۵۸/ج ۸)

حافظ شمس الدین ذہبیؒ میزان الاعتدال میں اس کے بارہ میں لکھتے ہیں کثیر الوہم ہے اور ابن حزمؒ فرماتے ہیں ثقہ نہیں ہے اور حافظ ابوبکرؒ فرماتے ہیں وہ حدیث کو نہیں جانتا اور بہت سے لوگوں نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بعض حضرات جھوٹ کے ساتھ اس کو متہم کرتے ہیں اور سعد بن ابی وقاص رضؓ کی حدیث کے دوسرے طریقہ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لبیبہ ہے وہ غیر معروف ہے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون صاحب ہے اور اس کے حالات کیا ہیں۔

(المحلی صہ ۲۵۸/ج ۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس حدیث کے رواۃ اس قسم کے ہوں اس سے کسی اہم مسئلہ کے لیے استدلال نہیں کیا جا سکتا ــــ حافظ شمس الدین ذہبیؒ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں یحیی بن معینؒ نے فرمایا وہ کوئی شے نہیں دارقطنیؒ فرماتے ہیں محمد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے قوی نہیں ہے۔

## ارباب علم و نظر کا تبصرہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح میں زمین دار کو خود کاشت کرنے کا یا دوسروں کو کاشت کے لیے زمین کے دینے کا امر مذکور ہے اور اس کے ساتھ مزارعت کی نہی اور اس پر وعید کی خبر بھی مذکور ہوئی ہے۔ چنانچہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں حضرت رافعؓ پر گزر ہوا کہ وہ اپنے کھیت کو پانی دے رہے تھے تو آپ نے دریافت فرمایا یہ کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی ہے حضرت رافعؓ نے جواب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ یہ کھیتی میری ہے تخم میں نے ڈالا ہے اور محنت بھی میں کرتا ہوں اور زمین کسی اور کی ہے اور پیداوار کا آدھا اس کا ہے اور آدھا میرے لیے ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت رافعؓ سے فرمایا تم دونوں نے سودی معاملہ کیا ہے۔ زمین اس کے مالک کو واپس کر دیجئے اور محنت اور دیگر مصارف کی اجرت زمین کے مالک سے لے لیجئے۔ (ابوداؤد ص ۴۸۳ ج ۲ و معانی الآثار ص ۲۵۶ ج ۲)

جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے مخابرہ کو (مزارعت کو) نہیں چھوڑا ہے تو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو اللہ کی طرف سے جنگ کا اعلان کیا جائے گا۔

(ابوداؤد ص ۴۸۳ ج ۲ و معانی الآثار ص ۲۵۷ ج ۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ مزارعت کی نہی تنزیہی اور اخلاقی نہیں ہے جیسا کہ بعض حضرات کو گمان ہو رہا ہے بلکہ مزارعت کی نہی تحریمی نہی ہے اس لیے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو سودی معاملہ کہا اور سود کی طرح اس کو جنگ کے اعلان کی ہدایت کی گئی۔ مگر حضرات اہل علم خیبر کے یہود کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ مزارعت اور خلفائے راشدینؓ اور دوسرے صحابہؓ کے تعامل مزارعت سے بھی واقف ہیں۔ مزارعت کے یہ دونوں پہلو ارباب علم کے سامنے ہیں اس لیے میں چند حضرات اہل علم کا تبصرہ اس کے متعلق یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ پوری سنجیدگی کے ساتھ یہ اندازہ کر سکیں کہ جن حضرات اہل علم نے مزارعت کے جواز کو تسلیم کیا ہے ان کا مزارعت کے متعلق اور ہمارے زمانہ میں زمینداری کے مروجہ معمول کے متعلق کیا تاثر ہے۔

حافظ ابن حزمؒ مسئلہ ۱۳۳۰ میں لکھتے ہیں زمین کو نقدی لگان یا معلوم جنس کے عوض کرایہ پر دینا ہرگز جائز نہیں ہے مزارعت کے جواز کے صرف تین طریقے ہیں یا تو زمین کا مالک خود زراعت کے تمام لوازمات سے زمین کو کاشت کے لیے دیدے۔ اور اگر مالک اور کاشت کار تمام ضروریات زراعت میں باہمی شریک ہوں اور زمین کا معاوضہ کچھ نہ لیں تو یہ بہتر ہے اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کسی دوسرے کو زراعت کے لیے کاشت کار کے خرچ اور محنت پر زمین دیدے اور اس زمین کی جو پیداوار ہے خواہ زیادہ ہو یا تھوڑی ہو اس میں سے نصف یا ثلث یا ربع وصول کرے اور اگر اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں پیداوار نہیں ہے تو کاشت کار کے ذمہ زمین کا کچھ معاوضہ نہیں اور جس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو وہ اپنی زمین کو روکے۔ صحابہؓ میں سے حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت رافعؓ حضرت ظہیرؓ حضرت ابی ہریرہؓ حضرت سعید خدریؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرات صحابہ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علی الاطلاق زمین کو کرایہ پر دینے کی ممانعت کو روایت کرتے ہیں اور یہ کہ زمین کے مالک کو یا خود کاشت کرنے کا حق ہے یا دوسروں کو عطیہ میں کاشت کے لیے دینے پر مامور ہے اور ان حضرات صحابہؓ سے حضورؐ کی نہی اور امر کا متواتر نقل اور ثبوت ہے جو مفید علم و یقین ہے اور حضرات تابعینؒ میں حضرت عطاءؒ حضرت مجاہدؒ حضرت مسروقؒ حضرت شعبیؒ حضرت طاؤسؒ حضرت حسنؒ اور حضرت ابن سیرین حضرت قاسم بن محمد حضرت مکحولؒ تمام حضرات نقدی اور غیر نقدی لگان پر زمین کو کرایہ پر دینے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

(المحلی ص ۲۴۵ - ۲۴۷ ج ۸)

اگر کسی زمین دار نے نقد لگان یا جنس کی متعین مقدار پر اپنی زمین کو ٹھیکہ پر دیا ہے تو یہ تمام حضرات صحابہ اور تابعین اس طریقہ مزارعت کو جائز سمجھتے ہیں۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حافظ ابن تیمیہؒ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر (جس کی زمین ہے پس چاہیئے کہ اس کو خود کاشت کرے یا اس کو دوسرے بھائی کو دے دے یا اس کو روکے رکھے) بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر مواجرت اور مزارعت سے منع کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ پس کہا جائیگا کہ حضور کا یہ امر استحباب کے لیے ہے ایجاب کے لیے نہیں ہے تاکہ ان کو جو کراہ فاسدہ کی عادت تھی اس سے زجر فرمائیں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "اگر اپنے بھائی کو محض عطیہ میں کاشت کے لیے زمین دی جائے" تو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائے" اور فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ حسن سلوک رکھے اور اس کی مدد کرے اور کسی کو بلا معاوضہ زمین دینے کا تبرع اور احسان کا مسلمان کو زیادہ حق ہے اور اہل کتاب مسلمانوں کے بھائی نہیں ہیں اس لیے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسلمانوں کی زمینیں مفت کاشت کرنے کے لیے نہیں دی ہیں بلکہ ان سے پیداوار میں ایک حصہ لیا ہے اور تبرع اپنی ضرورت سے زائد مال میں ہوتا ہے پس جو شخص اپنی زمین سے استفادہ کا خود محتاج ہے تو اس کے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ اپنی زمین دوسروں کو مفت کاشت کے لیے دیدے جیسا کہ مسلمانوں کو خیبر کی زمین سے استفادہ کی خود ضرورت تھی اور جیسا کہ انصار کو اپنی زمینوں کی منفعت کی ضرورت تھی تو انہوں نے مہاجرین کے ساتھ زمین کی پیداوار کے ایک حصہ پر معاملہ کیا۔ اور شریعت حاجت اور ضرورت کے وقت تبرع اور احسان کو واجب کرتی ہے جیسا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن-لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ قربانی کرنے والے مسلمانوں پر واجب تھا کہ جنہوں نے قربانی نہیں کی ان پر شفقت کریں اور ان کو کھلائیں اس لیے کہ ان کو کھلانا واجب تھا۔ پس جبکہ مسلمان زمین سے استفادہ کے محتاج ہیں اور ان کو زمین سے استفادہ کی ضرورت ہے اور ایسے زمیندار موجود ہیں کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد زمین موجود ہے اور ان کی ضرورت پوری ہوتی ہے تو ایسے زمین دار کو اور ایسی حالت میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاشت کار سے زمین

کے معاوضہ لینے سے منع فرمایا ہے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمیندار کو فاضل زمین کی ملکیت کو کاشتکار کو منتقل کرنے کا امر نہیں دیا ہے اس لیے کہ جو شخص اپنے مال کے نفع اٹھانے سے روکا گیا ہے تو ایسے مال کے عطیہ کرنے میں وہ چست ہوگا اور اس کے عطیہ کرنے پر وہ بخوشی تیار ہوگا۔

(فتاویٰ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ صـ ۲۱۸/۲۲)

حافظؒ کی مراد یہ ہے کہ زمیندار حسب ضرورت اپنی زمین سے استفادہ کرسکتا ہے اور اس کی ضروری اور لازم ضروریات سے زائد جس قدر اس کے پاس رقبہ ہے اس کے استفادہ سے اور اس کو ذخیرہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمیندار کو روکا ہے اور اس طرح کی زمین سے رسول اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو استفادہ کرنے کا حق دیا ہے جن کو اپنے معاش میں زمین کی منفعت اور استفادہ کی ضرورت ہے اگرچہ زمیندار اس زائد رقبہ کا مالک ہے اور رہیگا مگر اس سے استفادہ نہیں کر سکتا بلکہ اس سے استفادہ کرنے کا حق ایسے مسلمان کا ہے جس کے پاس کاشت کے لیے زمین نہیں ہے تاکہ اس کی معیشت جو اللہ نے زمین میں ودیعت کی ہے اس کو زمین سے حاصل کرے۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں جن حضرات نے معاملہ مزارعت کے جواز کی اجازت دی ہے ان میں سے بعض حضرات نے یہ شرط لگادی ہے کہ زمین کے مالک کی طرف سے تخم کا ہونا ضروری ہے اور فرمایا ہے کہ مزارعت یہی ہے اور اگر کاشت کار کی طرف سے تخم ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور امام احمدؒ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے جس کو حنبلیوں کی ایک جماعت اور اصحاب مالکؒ اور اصحاب شافعیؒ نے پسند کیا ہے اور وہ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مزارعت کا یہ معاملہ مضاربت جیسا ہے اور اس سے امام احمدؒ نے احتجاج کیا ہے۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں امام احمدؒ سے کہا گیا ہے کہ زمین دار ثلث یا ربع کٹائی پر کاشت کار کو زمین دے سکتا ہے؟ امام احمد نے فرمایا اگر کاشت کار کو زمین کا مالک تخم دیتا ہے اور محنت کاشت کار کرتا ہے اور زراعت کے آلات بھی کاشت کار کے ہیں تو کچھ حرج نہیں۔ مزارعت کے مسئلہ میں امام احمدؒ مضاربت کی راہ چلے ہیں اور مزارعت کو مضاربت جیسا سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ہے کہ تخم اصل زرع ہے جیسا کہ مال اصل ربح ہے پس ضروری ہے کہ تخم اس کی طرف سے ہو جو اصل کا مالک ہے تاکہ ایک کی طرف سے عمل ہو اور دوسرے کی طرف سے اصل ہو۔

(فتاویٰ شیخ الاسلامؒ ص ۳۱۹ ج ۲)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی مراد یہ ہے کہ امام احمدؒ مزارعت کو مضاربت کی مانند اشتراک اور معاونت کا معاملہ سمجھتے ہیں۔ مضاربت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور تمام مصارف میں دونوں شریک ہوتے ہیں اور نفع جس طرح وہ آپس میں طے کر لیں اس میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ کیا آج کے زمینداری کے مروجہ دستور میں کاشت کار پر محنت کے علاوہ دوسرے اخراجات کا بوجھ نہیں ہے اور کاشت کار کے ساتھ زمین سے استفادہ کرنے کے مصارف میں زمین کا مالک کچھ حصہ لیتا ہے؟ اگر کاشت کار پر محنت اور دوسرے اخراجات کے سوا سرکاری مال گزاری کا بوجھ بھی پڑتا ہے اور زمین کا مالک کسی قسم کے اخراجات میں کاشت کار کے شریک نہیں ہے اور صرف زمین کا مالک ہونے کی حیثیت سے کاشت کار کی محنت اور اخراجات میں پیداوار کو اپنا حق جانتا ہے تو امام احمدؒ کے مذکورہ نظریہ کے مطابق مزارعت کا یہ طریقہ جائز نہیں ہے کہ زمیندار ایک حاکم کی حیثیت سے کاشت کار سے اس قدر وصول کرنا چاہتا ہے جس قدر وہ لازم سمجھتا ہے اور کاشتکار کے کسی دکھ یا ضرورت میں مدد نہیں کرتا۔ ایسی زمینداری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اشتراک اور باہمی معاونت کا معاملہ نہیں ہے اسلام حکومت اور ریاست کی حیثیت سے زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اسلام شناس اہل علم نے کاشت کاروں پر زمینداروں کی تعدی اور کاشت کاروں پر زمینداروں کے ناروا سلوک اور مظالم کی ہمیشہ شکایت کی ہے اور ایسی زمینداری کو انسانی اور اجتماعی معاشرہ کے لیے عظیم خطرہ تبلایا ہے۔ دور حاضر کے ایک فاضل مبصر علامہ محمد احمد شاکر مصری لکھتے ہیں :۔ یہ ٹھیک ہے کہ اراضی معاشی وسائل میں اہم اور نفع بخش وسیلہ ہے لیکن سرمایہ دار زمینداروں نے اپنے غلو اور تعدی کی وجہ سے زمین کے اکناف واقطار میں اس کو جماعتی تمدن کے لیے مہلک خطرہ بنا دیا ہے اور زمیندار کی بار بار دست درازیوں سے کاشت کاروں کا طبقہ ہلاکت کے قریب پہنچ رہا ہے۔ سرمایہ دار زمین دار کے حرص اور لالچ نے کاشت کاروں اور مستاجرین کا خون چوس لیا ہے۔ یہ سرمایہ دار زمیندار کاشت کاروں کو حیوان سے بدتر مقام میں رکھتے ہیں اور ڈر ہے کہ اس کے بعد اس سے بھی زیادہ موت کے قریب کر دیں گے۔ (تعلیقات مسند امام احمدؒ رقم ۴۵۱۴ ص ۲۳۳ ج ۶)

حضرات ائمہ علم حدیث کے مذکورہ نظریات سے واضح ہوتا ہے کہ اراضی اور دوسرے فاضل اموال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ارباب دولت کے فاضل اموال دوسرے اہل ضرورت میں تقسیم ہونے چاہئیں اور دولت وثروت کو اپنے لیے مخصوص اور خزانہ بنانے سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ارباب دولت کی ثروت اور اموال سے ہمیشہ دوسرے مسلمانوں کو نفع پہنچایا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس کوئی فاضل سواری ہو تو وہ اُس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل توشہ ہے تو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہیں پھر آپ نے بہت سی قسم کے مال بیان کئے یہاں تک کہ ہم یہ سمجھے کہ ہم میں سے اس مال میں کسی کا حق نہیں ہے جو اس کی حاجت سے فاضل ہو۔ (صحیح مسلم ص ۸۱ ج ۲ کتاب اللقطہ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں دولت مندوں کے فاضل اموال کو ان سے لیتا اور مہاجرین فقراء پر تقسیم کرتا۔ (المحلی لابن حزمؒ ص ۱۵۸ ج ۶)

حضرت بلال مزنیؓ سے حضرت عمرؓ نے ان کا فاضل رقبہ واپس لے لیا اور دوسرے مسلمانوں میں اس کو تقسیم کیا۔

(کتاب الخراج لیحیی بن آدمؒ ص ۹۲ اور کتاب الاموال ص ۲۹۰)

اسی طرح مسلمانوں کے عدل نواز پادشاہ اور سربراہ کا یہ فرض ہے کہ زمینداروں سے ان کی فاضل اراضی کو اور دوسرے سرمایہ داروں سے ان کے فاضل اموال کو حاصل کرے اور محتاج اور ضرورت مند مسلمانوں پر تقسیم کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تکمیل اور سنت فاروقی کی تجدید کردے اور دولت کے احتکار اور اکتناز کو روک دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہمارے دور میں ایسے نام نہاد مسلمان افراد کی کمی نہیں ہے جن کی انفرادی زندگی اسلام کے آثار اور علائم سے قطعاً خالی اور بیگانہ ہے اور اجتماعی زندگی میں اسلام کے اصول اور نظام کی ضرورت نہیں جانتے مگر وقت کی ضرورت اور مصالح کے پیش نظر کسی واقعہ اور موقع پر اسلام کا نام ضرور لیتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام کے اصول اور مسائل سے ان کو بڑی عقیدت اور گہری دل چسپی ہے مگر درحقیقت ایسے صاحبوں کا اسلام سے صرف اس قدر تعلق ہوتا ہے کہ ان کے گھرانے مسلمانوں کے گھرانے ہیں اور مسلمانوں کے رواج کے مطابق ان کے اسمائے گرامی رکھے گئے ہیں اور ایسے ملک کے باشندے ہیں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور صرف اسلام کے نام پر ملک کے مناصب اور ملک کی دولت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام کے اصول اور مسائل اور بصائر و نظریات سے بیگانہ اور ناآشنا ہیں۔ اور دین کے مباحث اور اسلامی موضوعات پر دلیر اور بیباک ہیں ایسے صاحبوں نے جس قدر اسلام کو نقصان پہنچایا ہے غیر مسلموں سے اسلام کو اس قدر خطرہ نہیں تھا۔ اور ملک میں ایسے بودے افراد بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ اس طرح کے دانشوروں سے اسلام کی حمایت اور اسلامی خدمات کی توقع رکھتے ہیں۔ اسلام کے ایسے دردمندوں نے آج اسلامی سوشیلزم کا نعرہ لگایا اور اسلام کے نام کے اس پیوند لگا دینے سے اسلام کی جگہ سوشیلزم لانے کے لیے راہ کو ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معاشی نظام پر ایسے حضرات کو مامور کرتا ہے جنہوں نے رب تعالیٰ کی توحید اور وجود کو واجب اور انبیاء کی بعثت اور دین کے اصول اور مسائل کو ضروری دستور بنانا اور اس کو اپنانا اہم اور ضروری عقیدہ تسلیم کیا ہے اور سوشلزم اس کی ضرورت اور التزام کو تسلیم نہیں کرتا ہے اور نسل انسانی کے کسی فرد کو اختیار اور تصرف کرنے کا حق نہیں دیتا ہے اور اجتماعیت کی بلند اور بالا حکمرانی اصل جانتا ہے اور ع انسان کے ایک ایک فرد کو اس کے حلقہ غلامی کا پابند بناتا ہے مگر اسلام فرد کی طرح اجتماعیت اور اقتدار کو جواب دہ قرار دیتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی شان حاکمیت کو تسلیم کرتا ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ الحاد اور انقلابی نظریات کی بنیاد پر جو معاشی نظام قائم کیا جاتا ہے اس کے ساتھ اسلام کو جوڑنا اور یہ کہنا کہ سوشلزم ایک معاشی نظام ہے جس میں عقائد اور مذہبی نظریات کی بحث نہیں ہے اور ایک سوشلسٹ فرد جس طرح کا عقیدہ اور نظریہ چاہے قائم رکھے سراسر فریب ہے اور اسلامی اقدار کی حق ناشناسی ہے اسلام انفرادی مذہب نہیں ہے بلکہ تبلیغی اور اجتماعی مذہب ہے اس کا حلقہ اثر الگ ہے اس کے خصوصی اور امتیازی آثار و علائم ہیں جس سے ایک مسلمان پہچانا جاتا ہے اس کا فیضان اور برکات جماعت پر ہیں اس لیے اسلام نے جماعت کے ساتھ مسلمانوں کو نماز پڑھنے پر مامور کیا اور تارک جماعت اور خطبہ کے لئے سخت وعید سنادی ہے اور حج کرنے کے لیے ماہ اور ایام کو مخصوص کر دیا کہ بڑی جماعت کے ساتھ حج کے مناسک ادا کیے جائیں اگر سوشلزم مجوزہ معاشی نظام میں اصول اور عقائد اور نظریات اسلامی کو انفرادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حد تک جائز بھی رکھتا ہے مگر اس کی جماعتی اور اجتماعی حیثیت کو ختم دیتا ہے تو کیا اسلام کی اس اجتماعی اور جماعتی قتل کو برداشت کرتا ہے ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ سوشلزم معاشی نظام الحاد اور انقلابی بنیاد پر قائم کیا ہوا نظریہ ہے اس کی عمارت جہاں بھی کھڑی کی جائے گی تو الحاد اور انقلابی بنیاد پہ کھڑی کی جاسکتی ہے۔ اس لیے بے شمار مظلوموں کا بے دردی سے خون بہانا اور بے پناہ مار دھاڑ لوٹ کھسوٹ اس کی تاریخ کے جلی عنوان ہیں۔

## مزارعت کی مشروعیت کی دلیل

مزارعت کے انتفاعی پہلو پر پہلے اوراق میں آپ نے تفصیل کے ساتھ پڑھ لیا ہے لیکن حضرات علماء نے مزارعت کے جواز کو تسلیم کیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ صحابہ اور بعد کے مسلمانوں کا تعامل مزارعت کے جواز کو ظاہر کرتا ہے اور خیبر کے یہود کے ساتھ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ مزارعت اس کے جواز کی تائید کرتا ہے اس لیے مزارعت کے جواز کا یہ پہلو بھی زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ فقہاء امت پر مزارعت کی نہی اور جواز کا کیا اثر پڑا ہے اور اہل علم نے مزارعت کی نہی اور جواز میں کیا تطبیق دی ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابوداؤد اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں خیبر کے یہود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زمین اس شرط پر دے دی کہ یہود اپنے خرچ سے ان میں کام کریں گے اور پیداوار کا آدھا ان کے لئے ہے اور دوسرا نصف حضور کو دیں گے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خیبر کے یہود کے ساتھ معاملہ مزارعت اور بٹائی کا معاملہ ہے اس لئے زمین کی پیداوار پر زمین کی بٹائی کا معاملہ کیا جا سکتا ہے اور امام بخاری باب المزارعۃ بالشطر میں لکھتے ہیں۔ امام باقر فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں تمام مہاجرین تہائی اور چوتھائی پر کاشت کیا کرتے تھے اور حضرت علی سعد بن مالک عبداللہ بن مسعود عمر بن عبدالعزیز حضرت قاسم حضرت عروہ حضرت ابوبکر کی اولاد حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین نے زمین کی پیداوار پر معاملہ کیا ہے عبدالرحمٰن بن اسود کہتے ہیں زراعت میں عبدالرحمٰن بن یزید کا شریک تھا حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس شرط پر بٹائی کا معاملہ کیا تھا کہ اگر عمر اپنی طرف سے بیج دیں گے تو پیداوار میں نصف لیں گے اور اگر کاشت کار نے بیج ڈال دیا ہے تو اس کو اس قدر ملے گا حسن بصری فرماتے ہیں کچھ حرج نہیں کہ ایک طرف سے زمین ہے اور مصارف دونوں فریق مل کر کرتے ہیں اور جو کچھ پیداوار ہو دونوں کے درمیان برابر تقسیم کر لی جائے امام زہری اس طرح درست اور صحیح سمجھتے تھے) جن حضرات علماء نے زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کا معاملہ درست اور جائز بتلایا ہے ان حضرات کے پیش نظر رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیبر کے یہود کے ساتھ مذکورہ معاملہ اور صحابہ تابعین کا مزارعت کا تعامل ہے اور ان حضرات میں بھی بعض ایسے حضرات ہیں کہ صرف زمین کی پیداوار میں کسی حصہ پر زمین دار اور کاشت کار کا معاملہ صحیح جانتے ہیں اور نقدی لگان یا جنس کی مقدار معین پر مزارعت کو ناجائز جانتے ہیں اس لیے کہ حضور نے خیبر کے یہود کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صرف پیداوار پر نصف حصہ کا معاملہ کیا تھا اور صحابہ تابعین کا تعامل بھی صرف زمین کی پیداوار کی بٹائی پر رہا تھا چنانچہ ابن حزم فرماتے ہیں خیبر کے یہود کے ساتھ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ آخری فعل ہے اور زمین کی پیداوار پر ہے اس لیے یہ سابق نہی کے لیے ناسخ ہے اور اس طرح حضرت ابوبکر حضرت عمر اور تمام صحابہ کا تعامل رہا ہے لیکن زمین جارے پر دینا خواہ نقدی ہو یا جنس ہو مگر اس کی مقدار معین ہے تو اس کی نہی اور ممانعت اب بھی باقی ہے۔ (المحلی ص ۲۴۸ ج ۸)

حافظ ابن حزم کی یہ مراد ہے کہ مزارعت کے معاملہ کرنے سے حضور نے منع فرمایا تھا اور خیبر کے یہود کے ساتھ پیداوار پر مزارعت کی سنت نے پیداوار پر مزارعت کرنے کو نہی سے مستثنیٰ کیا اور زمین کا اجارہ بر حال سابق منع رہا اور صحابہ اور تابعین کا تعامل بھی زمین کی پیداوار پر مزارعت کا تھا نقد یا جنس معین پر صحابہ اور تابعین کا تعامل مزارعت نہیں رہا ہے اس لئے زمین کو ٹھیکہ پر دینے کے جواز کے لیے سنن و آثار میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

خیبر کے یہود کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خیبر کے یہود رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غانمین صحابہ کے کاشت کار تھے اور خیبر کی زمین رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کی ملک تھی تو بیشک خیبر کے یہود کے ساتھ معاملہ زمین دار اور کاشت کار کا معاملہ تھا اور اگر

خیبر کے یہود کے ساتھ معاملہ حکومت اور زمین دار کا معاملہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثابت ہوتا ہے کہ یہود اپنی اراضی کے مالک نہیں اور خراج مقاسمہ کی صورت میں ان سے سرکاری مال گزاری کا معاملہ کیا گیا ہے تو پھر یہود کے ساتھ معاملہ سے زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مزارعت کے جواز کے لیے اس سے استدلال کرنا موزوں نہیں ہے۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ سعید بن المسیب سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد یہود سے فرمایا جب تک اللہ چاہے گا ہم تمہیں اس شرط پر برقرار رکھیں گے کہ خیبر کی پیداوار ہم میں اور تم میں آدھی آدھی ہوگی اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کی پیداوار کا اندازہ کرنے کے لیے خیبر بھیجا تھا۔ ابو داؤد میں بھی باب فی الغرص میں حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے اسی طرح مذکور ہے اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان کا معاملہ باہمی مصالحت کا معاملہ ہے اور امام کو اور بادشاہ کو بیت المال اور کافروں کے درمیان مصالحت کے طریقہ پر ایسا معاملہ کرنا جائز ہے کہ اس جیسا معاملہ بین المسلمین جائز نہیں ہوتا ہے۔ اس طریقہ بیان سے خیبر کے یہود کے ساتھ کے معاملہ سے زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کے جواز پر استدلال کرنا ضعیف ہو جاتا ہے۔ (مبسوط ص ۲۳؟)

حضرت مکحول کہتے ہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر یہود کو خیبر کی اراضی دی تھی کہ پیداوار میں آدھا یہود کے لیے اور آدھا حضور کے لئے ہے اور عبداللہ بن رواحہ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوار کے اندازہ کرنے کیلئے بھیجا تھا
امام سرخسی فرماتے ہیں اس حدیث میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ امام ابو حنیفہ
کے مسلک کے لیے دلیل ہیں کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو
اراضی کے دینے میں ان پر احسان فرمایا اور خراج مقاسمہ جنس کی صورت
میں ان کی پیداوار پر سرکاری مالگزاری کا آدھا مقرر فرمایا۔ (مبسوط ج ۲۳ ص ۶)
جس طرح کہ اراضی ہند کی پیداوار سے سلطان علاؤالدین نے مالگزاری
اراضی سے سرکاری مال گزاری وصول کی ہے اور سلطان غیاث الدین کے عہد میں بھی
جنس کی صورت میں سرکاری مالگذاری وصول کی گئی ہے اسی طرح خیبر کے یہود سے جنس کی صورت
میں سرکاری مالگذاری وصول کی جاتی تھی اس لیے خیبر کے یہود کے ساتھ زمیندار
اور کاشت کار جیسا مزارعت کا معاملہ نہیں تھا اور امام سرخسیؒ کی مراد یہی ہے کہ خیبر
کے یہود اور حکومت کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ سرکاری مالگذاری کی حیثیت سے یہود سے
خیبر کی پیداوار کا آدھا لیا جائیگا۔ عبداللہ ابن رواحہ کا خیبر کی پیداوار
کا وصول کرنا سرکاری انتظام تھا اور کاشتکار سے زمیندار کے لیے
اراضی کی پیداوار کو وصول کرنا حکومت کے فرائض میں نہیں ہے۔
زمیندار اور کاشت کار پیداوار کے کسی حصہ کی تقرری اور وصولی کے
خود ذمہ دار ہیں اس لیے ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ خیبر کے یہود کے ساتھ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ حکومت اور رعایا کا سرکاری معاملہ
ہے۔ زمیندار اور کاشت کار کے درمیان باہمی معاملہ مزارعت کے
جواز کے لیے خیبر کا سرکاری معاملہ دلیل اور حجت نہیں ہے۔

## خیبر اور وادی القریٰ کی فتح

خیبر میں یہود کے متعدد قلعے تھے اور محرم الحرام کے اخیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں ۷ھ میں صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ میں کچھ قیام کے بعد پیادوں اور سواروں کی جمعیت کے ساتھ حضور خیبر کی طرف تشریف لائے اور ناعم قموص صعب بن معاذ وغیرہ تمام قلعے فتح کئے گئے اور یہود ایک قلعہ سے بھاگ کر دوسرے قلعہ میں پناہ لیتے تھے اور سمٹ کر قلعہ میں جس میں قموص وطیح سلالم تین قلعے تھے پناہ لی اور ان میں سب سے بڑا قلعہ قموص تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا چودہ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور ابن ابی الحقیق کو حضورؐ کے ساتھ بات چیت کے لیے بھیجا اور حضورؐ نے اس شرط پر یہود کی جان بخشی فرمائی کہ خیبر کی زمین کو خالی کریں گے اور سونا چاندی ہتھیار اور حرب کا سامان چھوڑ جائیں اور فرمایا اگر یہود نے اس کی خلاف ورزی کی تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہے مگر یہود شرارت سے باز نہ آئے اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے حضورؐ نے یہود کو خیبر سے نکالنے اور دوسری تادیب کا ارادہ فرمایا اس پر یہود نے دوسری درخواست کی اور کہا آپ ہمیں خیبر کی زمین پر رہنے دیجئے ہم اس کو آباد رکھیں گے اور ہم اس پر کام کرنا جانتے ہیں اور خیبر کی زمین کی ہر قسم کی پیداوار سے آدھا آپ کو ادا کر دیں گے اور مسلمان صحابہ خیبر کی زمین میں کام کرنے کے لیے فارغ نہیں تھے زمینداری اور کاشت کاری سے زیادہ اہم کام معاندین اسلام کی شوکت کے توڑنے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت کے لیے راہ کو ہموار بنانا اور جہاد کرنا ضروری تھا اس لئے حضورؐ نے یہود کی اس درخواست کو بھی منظور فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا جب تک ہم چاہیں گے اسوقت تک برقرار رکھیں گے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۱۵ زاد المعاد ج ۲ ص ۱۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے وادی القریٰ کی طرف تشریف لے گئے وادی القریٰ بہت لمبی وادی ہے۔ مدینہ سے شروع ہو کر شمال کی طرف جاتی ہے اور خیبر سے گزرتی ہوئی العلی تک جا پہنچتی ہے ظہور اسلام کے وقت اس میں بہت سی بستیاں تھیں اس وجہ سے اس کا نام وادی القریٰ ہوا اور ان بستیوں میں بیشتر یہود آباد تھے وادی القریٰ میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود نے تیر مارے جس سے آپ کا غلام مدعم مارا گیا حضورؐ نے سعد بن عبادہ حباب بن المنذر سہل بن حنیف عبادہ بن بشر کو جنگ کے علم دیئے اور اسلام لانے کی دعوت دی اور فرمایا اگر مسلمان ہو جاؤ گے تمہارے اموال اور خون محفوظ ہو گا ایک یہودی میدان میں آیا اور زبیر بن عوام نے اس کو مارا پھر دوسرا یہودی نکلا اس کو زبیر بن عوام نے قتل کیا پھر تیسرا نکلا اس کے مقابلہ پر حضرت علیؓ نکل آئے اور اس کو قتل کیا اس طرح ان کے گیارہ آدمی مارے گئے اور یہود کو بار بار اسلام لانے کی دعوت دی جاتی تھی وادی القریٰ کو حضورؐ نے قہر اور جنگ سے فتح کیا چار دن یہاں حضورؐ نے قیام فرمایا اور ان کی اراضی اور باغات کو ان کے قبضہ میں چھوڑا اور پیداوار پر ان کے ساتھ معاملہ کیا۔ (زاد المعاد ص ۱۴۶ ج ۲ غزوہ خیبر)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں جن حضرات نے صحیح غور و تامل سے سیر اور مغازی کا مطالعہ کیا ہے ان کو ظاہر اور ثابت ہے کہ خیبر کی زمین کو حضورؐ نے جنگ اور قہر سے فتح کیا ہے اگر خیبر کی زمین صلح سے فتح ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ نہ فرماتے جب حضورؐ نے ان کو خیبر سے نکالنا چاہا تو یہود نے کہا ہم کو اس زمین پر چھوڑ دیجئے۔ ہم زمینداری کا کام آپ حضرات سے زیادہ جانتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہم اس میں کام کریں گے اور اسکی پیداوار میں آپکو آدھا ادا کریں گے یہود اور مسلمانوں میں مقابلہ ہوا طرفین کے آدمی مارے گئے۔ یہود جب اپنے قلعوں میں چھپ جانے پر مجبور ہوئے تب باہر نکلے اور صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے اور صلح صرف اس قدر ہے کہ یہود خیبر میں رہیں اور خیبر کی زمین میں کام کریں گے اور پیداوار کا آدھا ادا کریں گے اور اس صلح میں یہ شرط نہیں تھی کہ خیبر کی زمین یہود کے لیے ہے اور نہ اس بات پر صلح تھی کہ زمین مسلمانوں کیلئے ہے اور ان سے خراج لیا جائیگا۔

(زاد المعاد ص۱۲ج۲)

خیبر اور وادی القری جنگ اور مقابلہ سے فتح کئے گئے ہیں اور جو بھی زمین مسلمانوں کو غنیمت میں حاصل ہوتی ہے اس کے متعلق شرعی ضابطہ یہ ہے کہ خمس کے نکالنے کے بعد یا تو سب سب غانمین میں تقسیم کی جائے گی یا حسب سابق باشندوں کا ملک برقرار رکھا جائے اور عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے خواہ نقدی کی صورت میں یا جنس کی صورت میں ہو اس پر خراج رکھا جائیگا۔ خیبر کی زمین کو مسلمانوں میں حضورؐ نے تقسیم نہیں کیا اور خیبر کی زمین سے خمس بھی علیحدہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اختیار تھا خیبر اور وادی القری کی زمینوں پر یہود کو برقرار رکھا اور خراج مقاسمہ کی صورت میں ان پر خراج رکھا گیا اور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت عمر نے خیبر اور وادی القری سے یہود کو نکالنا چاہا تو ان کی زمینوں کی قیمت حضرت عمرؓ نے ان کو ادا کر دی۔ چنانچہ فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں حضرت عمر نے اہل نجران اور یہود و نصاریٰ کو نکالا اور ان کی اراضی وغیرہ کو خریدا عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایام خلافت میں اہل نجران اہل فدک تیمہ اور اہل خیبر کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو نکالا اور ان کی اراضی اور اموال کو خریدا۔ (فتح الباری ص ۹/۵)

امام سرخسی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہود اور وادی کے یہود کو نکلنے کا حکم دیا اور ان کو ان کے اموال کی نوے ہزار اشرفیاں قیمت ادا کر دی۔ (مبسوط ص ۵۴ ج ۲۳)

ان حضرات کی تحریروں سے یہ ظاہر اور ثابت ہوتا ہے کہ خیبر اور وادی القریٰ کے یہود اپنی زمینوں کے مالک تھے ورنہ حضرت عمرؓ ان کو ان کی اراضی کی قیمت کیوں ادا کرتے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ زمیندار اور کاشتکار کا معاملہ مزارعت نہیں تھا بلکہ ان کے ساتھ حکومت اور زمیندار کا معاملہ خراج مقاسمہ کا معاملہ تھا اس لیے اس قسم کے اختیارات اور معاملات کرنے کا زمیندار کو کاشتکار کے ساتھ حق نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ حکومت اور زمیندار کے درمیان معاملہ کرنے کا حق ہے خیبر کے یہود کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کے متعلق امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہود پر احسان فرمایا ان کے رقاب کو غلام نہیں بنایا بلکہ آزاد چھوڑا اور ان کی اراضی اور باغات پر ان کا قبضہ اور ملک برقرار رکھا اور پیداوار کا آدھا بطور خراج مقاسمہ منظور فرمایا اور امام کو حکومت میں یہ اختیار ہے کہ اراضی کے جن مالکوں پر احسان فرمائے کہ ان کے املاک کو ان کے ملک میں چھوڑ دے اور اگر چاہے تو ان کی زمینوں پر نقد لگان مقرر کر دے اور اگر چاہے تو خراج مقاسمہ رکھے۔

(مبسوط ص ۳۰ ج ۲۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## خیبر کی اراضی اور یہود کی حیثیت

خیبر کے یہود غلام نہیں بنائے گئے عہد نبوی میں اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے یہود کی اور یہود کی اولاد کی رقاب میں کسی قسم کا تصرف نہیں کیا اور واقعہ یہ ہے کہ امام المسلمین کو اختیار ہے کہ مفتوحہ قیدیوں کو قتل کریں یا ان کو غلام بنائیں مگر رسالتماب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود کی حسب استدعا یہود اور یہود کی اولاد کے رقاب اور ان کی اراضی کو ان کے پاس برقرار رکھنے پر صلح فرمائی یہ کیسے خیال کیا جائے کہ رسالتماب نے ان کے رقاب کو اصل حالت پر چھوڑا اور ان کی اراضی کو ان کے ملک سے نکالا بلکہ جسطرح یہود کے رقاب کو آزاد چھوڑا ہے، اسی طرح ان کی اراضی کو ان کے ملک میں برقرار رکھا۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود سے جہاد کیا اور یہود سے اس شرط پر صلح کر لی کہ جب تک رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں گے برقرار رکھیں گے اور اب تک جزیہ کا حکم نہیں آیا تھا اس لیے یہود پر جزیہ نہیں رکھا گیا کہ جزیہ کے حکم آنے سے پیشتر یہود سے صلح ہو چکی تھی اس لیے خیبر کے یہود سے حضور نے اور کوئی مطالبہ نہیں کیا

(زاد المعاد ص ۱۴۴/۲)

حافظ لکھتے ہیں یہود اہل ذمہ تھے ان کے دماء اور اموال میں ان کو امان دیا گیا تھا یہود اہل ذمہ تھے اگرچہ ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔

(زاد المعاد ص ۱۴۴/۲)

حجتہ الاسلام احمد بن علی الرازی حصاص لکھتے ہیں ہمارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصحاب اور امام ثوری نے فرمایا ہے امام المسلمین جب کسی علاقہ کو قہر اور جنگ سے فتح کر لے تو اس کو اختیار ہے کہ خمس نکالنے کے بعد وہاں کے باشندوں اور ان کے اموال اور مفتوحہ اراضی کو غانمین اور شریک جنگ مجاہدین میں تقسیم کر لے اور اگر امام المسلمین چاہے تو مفتوحہ زمین کو باشندوں کے ملک میں برقرار رکھے اور اسی پر خراج مقرر کر دے اور زمین باشندوں کے ملک میں ہو گی اور اس کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں سواد کی زمین کو حضرت عمرؓ نے عراق باشندوں کے ہاتھ چھوڑا تھا اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے سواد کی زمین میں سے خریدا ہے اس کے معنی یہ کہ کہ سواد کی زمین لوگوں کے ملک میں تھی احکام القرآن ص ۵۳ و ص ۵۴

اسی طرح خیبر کی زمین کی حیثیت ہے یہود اہل ذمہ نہیں اپنی زمینوں پر برقرار رکھے گئے ہیں اور ان کی زمین پر خراج مقرر کیا گیا ہے اور یہود اپنی زمینوں کے مالک ہیں اس لیے حضرت عمرؓ نے جلاوطنی کے بعد ان کو ان کی زمینوں کی قیمت ادا کی ہے بہر حال خیبر کے یہود کے ساتھ زمیندار اور کاشت کار کا معاملہ نہیں تھا بلکہ حکومت اور رعایا کا معاملہ تھا اس لیے خیبر کے معاملہ کو زمیندار اور کاشتکار کے مابین مزارعت کے جواز کیلئے نظیر اور مثالی نہیں بنانا چاہیئے۔

## اراضی خیبر کی تقسیم

رسالتمآبؐ نے یہود کے ساتھ خیبر کی پیداوار پر معاملہ کیا تھا اور حضورؐ نے اپنی پیداوار کا آدھا اس طرح تقسیم فرمایا تھا کہ اس کا نصف غانمین کو دیا تھا اور اس میں دوسروں کے برابر آپؐ بھی حصہ تھا اور دوسرا نصف دوسرے مہمات کے لئے رکھا گیا تھا۔ حافظ ابن قیمؒ اراضی مفتوحہ کی حیثیت پر بحث کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہلائے لکھتے ہیں زمین ایسی غنیمت ہے کہ اس کی تقسیم امام المسلمین کی رائے اور صوابدید پر ہے اگر امام المسلمین اراضی کی تقسیم کرنے میں مصلحت سمجھتے ہیں تو غانمین کو تقسیم کر دیں اور اگر باشندوں کو اراضی پر برقرار رکھنا مصلحت جانتے ہیں اور عام مسلمانوں کے مفاد اور ضروریات کی تکمیل اس کو محفوظ کرنے میں ہے تو آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کا آدھا حصہ غانمین پر تقسیم کر دیا تھا اور پیداوار کا دوسرا آدھا دوسرے مہمات کے لیے محفوظ کر دیا تھا اگر اراضی کا حکم غنیمت جیسا ہوتا تو خیبر کی زمین سے خمس کے الگ کرنے کے بعد خیبر کی تمام زمین کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم غانمین پر تقسیم فرماتے لیکن سنن مستدرک میں یہ ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو ۳۶ سہام پر تقسیم کیا تھا اور اس میں ۱۸ سہام رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے تھے اور دوسرا نصف وفود اور دوسری مہمات اور عامۃ المسلمین کی ضروریات کے لیے تھا۔ (زاد المعاد ص ۶۹ ج ۲ فصل فی الارض المفتوحہ)

ابوداؤد میں متعدد طریقوں سے یہ مذکور ہے بشیر بن یسار فرماتے ہیں مجھے کئی ایک صحابہ نے فرمایا کہ خیبر کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا آدھا تقسیم کیا تھا آدھا حصہ عام وفود اور عام ضروریات کے لیے تھا اور دوسرا آدھا غانمین کے لیے تھا اور اس میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس قدر حصہ تھا جس قدر ایک مسلمان کو ملتا تھا۔

(ابوداؤد باب ماجاء فی حکم الارض خیبر)

خیبر کے اس طریقہ تقسیم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خیبر کی تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اراضی کی تقسیم نہیں کی گئی اور غانمین اس کے مالک نہیں تھے ورنہ ان کا مالک تمام خیبر پر قائم ہونا چاہیئے تھا اور نیز اگر غانمین خیبر کی تمام اراضی ملک میں ہوتی تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی اراضی کا نصف ان سے الگ نہ کرتے یہ تمام تصرفات امام المسلمین کی حیثیت سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکمانہ اختیارات کے پیش نظر کیے گئے ہیں جس طرح آپ نے چاہا تھا اسی طرح خیبر کی پیداوار کو تقسیم کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے ایام میں حضور کے مذکورہ انتظامی اختیارات کے دستور کو خیبر کی پیداوار میں قائم رکھا ہے اور ہمیشہ اس پر حکومت کا انتظام رہا حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے جب اپنے سہام پر قبضہ لینے کا مطالبہ کیا تو حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو یہ جواب دیا کہ جس طرح حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف رہا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کا بھی اور اب دو سال سے میرے قبضہ ہے اسی طرح حکومت کا تصرف رہے گا۔

(بخاری کتاب الفرائض و باب الخمس)

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے مطالبہ اور حضرت عمرؓ کے جواب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خیبر کی زمین تقسیم نہیں کی گئی تھی بلکہ خیبر کی پیداوار کی حصہ وارانہ تقسیم کی جاتی تھی ورنہ خیبر کی زمین میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہام ان کے قبضہ میں ہوتے اور ان میں جھگڑا نہ پڑتا اور حضرت عمرؓ ان کے مملوکہ سہام اراضی کو ان کے قبضہ میں دینے سے انکار نہ فرماتے حضرت امام جصاص اس مسئلہ پر کہ امام المسلمین کے مالک بنائے بغیر خود بخود غانمین غنائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے مالک نہیں بنتے ہیں بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں بشیر بن یسار روایت کرتے ہیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو نصف نصف کر دیا تھا نصف نوائب اور حاجات کے لیے رکھا تھا اور دوسرا نصف غانمین پر تقسیم کر دیا تھا اگر کل خیبر غانمین کا ملک ہوتا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پورا نصف اپنے لیے اور عامتہ المسلمین کی حاجات کے لیے الگ نہ کرتے اس لیے کہ واقعہ تو یہ ہے کہ خیبر جنگ اور مقابلہ سے فتح ہوا تھا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مکہ معظمہ کو فتح کیا اور ان پر احسان فرمایا اور ان کے املاک پر ان کو برقرار رکھا۔ حضرت عمرؓ نے سواد کی زمین کو تقسیم نہیں کیا اگرچہ اکثر حضرات صحابہ اس کی تقسیم کا مطالبہ کر رہے تھے اور پھر تمام حضرات نے بالاتفاق حضرت عمرؓ کی تصویب فرمائی ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب تک امام المسلمین غانمین کو مالک نہ بنائیں غانمین خود بخود مفتوحہ زمین کے مالک نہیں ہوتے ہیں اور امام المسلمین کو یہ اختیار ہے کہ مفتوحہ اراضی کو حسب سابق باشندوں کے ملک میں رکھے اور ان پر خراج مقرر فرمائے۔ (احکام القرآن ص ۵۳۰ ج ۲)

اسی طرح خیبر کی زمینوں پر یہود کا ملک برقرار رکھا گیا یہود مالک تھے اور ان پر خراج مقاسمہ مقرر کیا گیا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ خیبر کے یہود کے ساتھ حکومت اور رعایا کا معاملہ ہے اور زمیندار و کاشت کار کا معاملہ نہیں ہے اور اس کو زمیندار اور کاشت کار کے درمیان معاملہ کے لیے مثال بنانا درست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہے اور اس سے صرف اس قدر جواز ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی پیداوار کے کسی جزء پر معاملہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حزم سے پہلے صفحات میں نقل کر چکا ہوں بات یہ ہے کہ مزارعت شرکت ہے اور زمیندار و کاشت کار اس کے دو جانب یا فریق ہیں اور طرفین کا نفع و نقصان اس میں برابر ہونا چاہیئے جبکہ مضاربت میں نفع و نقصان میں طرفین برابر کے شریک ہوتے ہیں اگر زمین کا معاملہ پیداوار کے کسی جزء کے بغیر نقدی یا جنس کی مقدار معین پر کیا گیا تو زمین کے مالک کا نفع یقینی اور محفوظ ہے اور متاجر کاشت کار کو نفع کی امید ضرور ہے مگر یقینی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ متاجر کاشت کار کو نقصان پہنچے اس لیئے زمین کی پیداوار کے کسی جزء پر مزارعت کا معاملہ کرنا عدل کے قریب ہے اور نقدی یا جنس کی معین مقدار پر معاملہ کرنا عدل نہیں ہے اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔

## صحابہ اور تابعین کا تعامل

امام بخاری نے باب المزارعۃ بالشطر میں ابی جعفر سے مدینہ کے مہاجرین اور بعض صحابہ اور بعض تابعین کا تعامل مزارعت روایت کیا ہے۔ امام بخاری کی مراد اس تعامل سے صرف اس قدر ہے کہ زمین کی پیداواریں سے کسی جزء پر مزارعت کا معاملہ کیا جا سکتا ہے اس میں شک نہیں۔ کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ سے جو تعامل مسلسل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چلا آرہا ہے وہ دلیل اور حجت ہے اہل علم اس کی مخالفت کو ناجائز سمجھتے ہیں چنانچہ حافظ ابن قیم کہتے ہیں اہل مدینہ کا وہ عمل جو قدیم ہے عہد نبوی اور عہد صحابہ اور خلفاء راشدین کے عہد میں تھا حجت ہے اور ہر اس عمل پر جو اس کے مخالف ہے اس کو مقدم رکھا جائیگا اور جس نے ایسے عمل کو اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان رکھا ہے تو اس نے صحیح اور درست اعتصام کیا ہے اور ایسے عمل کی مثال دیتے ہوئے امام بخاری کے حوالہ سے ابن قیم نے حضرت ابو جعفرؓ کے مذکورہ تعامل کو نقل کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ص۴۳۶)

مگر سلف کے اس تعامل کو حال کے زمیندار اور کاشت کار کی مزارعت کے جواز کے لیے دلیل اور حجت بنانا درست نہیں ہے سلف کا مذکورہ تعامل شرکت اور تعاون کی صورت میں تھا یا حکومت اور زمیندار کے درمیان کا تعامل تھا اور حال کے زمیندار کا کاشت کار کے ساتھ جاگیر دارانہ اور مستبد نظام ہے جو مسلمان فرمانرواؤں کے حلقۂ اطاعت سے باہر ہونے والے جاگیرداروں نے مظلوم زمینداروں کے املاک پر بالجبر قبضہ کیا اور ان کو کاشت کار بنانے کے بعد ظالمانہ رویہ روا رکھا تھا اسلام میں اس کے جواز کے لیے قطعاً گنجائش نہیں ہے زمیندار اس مزارعت کی بدولت اخلاق اور حقوق کی دنیا میں اور عیش پرستانہ مشاغل میں ہلاک ہو رہا ہے اور کاشت کار کی تباہ حالی میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے امام بخاریؒ نے جو تعامل روایت کیا ہے وہ صرف اس قدر نہیں ہے جو اجمال کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی صورت میں بخاری کی کتاب میں مذکور ہے بلکہ اس کی تفصیلات میں امام بخاریؒ کی مراد کو ان تفصیلات سے کچھ زیادہ تعلق نہیں تھا اس لئے امام بخاریؒ نے ان پر کچھ زیادہ توجہ نہیں فرمائی مگر ہمارے موضوع کو سلف کے تعامل سے گہرا تعلق تھا۔ اس لئے میں ان تفصیلات کو بقدر ضرورت نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ سلف کے تعامل مزارعت کے ساتھ ہماری زمینداری اور جوڑ کا تعلق نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے اس بیان میں حضرت عمر اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے معاملۂ مزارعت کو بھی روایت کیا ہے مگر ان دونوں حضرات کا معاملہ زمیندار اور کاشت کار کا نہیں ہے بلکہ حکومت اور رعایا کا معاملہ ہے حضرت عمرؓ نے اہل نجران اہل فدک اہل تیماء اہل خیبر کو جلاوطن کیا اور یعلی ابن امیہ کو سرکاری طور پر وہاں کے باشندوں کی اراضی کا معاملہ کرنے پر مامور فرمایا۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز عدی بن ارطاۃ کو سرکاری اراضی کی دیکھ بھال پر مامور فرمایا اور حکمران کی حیثیت سے زمینداروں کے ساتھ معاملہ کرتے رہے۔ فتح الباری ص ۹ ج ۵ اور امام سرخسی سے پہلے نقل کر چکا ہوں کہ حکومت اور زمیندار کے درمیان جس طرح کا معاملہ جائز ہے یہ ضروری نہیں کہ اس طرح کا معاملہ زمیندار اور کاشت کار کے درمیان میں جائز ہو۔ امام بخاریؒ نے اس بیان میں آل ابی بکرؓ اور آل حضرت عمرؓ کا معاملہ مزارعت بھی ذکر کیا ہے۔ مگر آل ابی بکر میں حضرت قاسم بن محمد ابن ابی بکر سے زمین کے کرایہ کے متعلق سوال ہو رہا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ رافع ابن خدیج فرماتے ہیں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرایہ سے نہی فرمائی ہے۔

(نسائی شریف ص ۱۴۳ ج ۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور آل عمر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کرایہ پر مزارعت کیلئے دیا کرتے تھے مگر جب آپ کو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کی اطلاع دی تو آپ مزارعت پر زمین کو کرایہ پر دینے سے رک گئے۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سلف کے تعامل میں مزارعت کا طریقہ کچھ اور تھا اور ہمارے دور میں زمیندار اور کاشت کار کے درمیان جو معاملہ ہے وہ زمین کے کرایہ کا ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور آل ابی بکر میں حضرت قاسم اور آل عمر میں ابن عمر کا تعامل ہے۔ امام بخاریؒ کے اس بیان میں حسن بصریؒ اور زہریؒ سے جواز مزارعت مذکور ہے مگر حسن بصری کے بیان میں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کا معاملہ اس شرط پر جائز ہے کہ زمیندار اور کاشت کار دونوں مصارف میں شریک ہوں کہ شرکت مصارف کی صورت میں مزارعت کی حقیقت باقی نہیں رہتی بلکہ یہ درحقیقت مضاربت ہے کہ زمیندار کی طرف سے زمین ہے اور کاشت کار کی طرف سے محنت ہے اور یہ دونوں دولت ہے اور کھیتی باڑی کے تمام مصارف میں دونوں شریک ہیں زمین کا کوئی کرایہ نہیں ہے امام بخاری کے بیان میں محمد بن سیرین کا قول مجمل مذکور ہے آپ کا مفصل قول امام نسائیؒ نے ذکر کیا ہے ابن سیرین فرماتے ہیں میرے نزدیک زمین مال مضاربت کی مانند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے جس طریقہ سے مضاربت درست ہے اسی طریقہ سے مزارعت بھی درست ہے اور جو طریقہ مضاربت کا ناجائز ہے اسی طریقہ سے مزارعت بھی ناجائز ہے اس طرح کی مزارعت میں کچھ حرج نہیں ہے کہ زمین کا مالک اس شرط پر کاشت کار کو زمین دیدے کہ کاشت کار اور اس کے اعوان اس میں کام کریں گے اور مصارف کا تمام بوجھ زمین کے مالک پر ہوگا۔ (نسائی)

معلوم ہوتا ہے کہ سلف کا تعامل اس طریقہ مزارعت کا تھا کہ زمیندار اور کاشت کار باہم ایک دوسرے کے شریک اور ایک دوسرے کے معاون ہیں اور زراعت کے مصارف یا تو صرف زمین کے مالک پر لازم تھے یا تمام مصارف میں زمیندار اور کاشت کار دونوں شریک ہوتے تھے اور موجودہ زمینداراری سسٹم میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں اور زمین کا مالک کھیتی باڑی کے مصارف کو نہیں برداشت کرتا بلکہ سرکاری مال گزاری آبیانہ کا بوجھ بھی کاشت کار پر ڈالتا ہے اس لئے سلف کے تعامل مزارعت سے موجودہ زمیندار سسٹم کو جائز اور معمول بتلانا فہم وادراک کے قریب نہیں ہے جن حضرات فقہاء نے زمیندار اور کاشت کار کے درمیان مزارعت کے جواز کو تسلیم کیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ کھیتی کی اصلاح اور زیادہ بہتر اور مفید بنانے کے لئے جس عمل کی ضرورت ہے وہ کاشتکار کے لئے ضروری ہے اور کھیتی کے ضروری مصارف زمیندار اور کاشتکار کے حصص کے مطابق دونوں پر لازم ہیں۔ (بدائع صنائع ص ۱۸۲ ج ۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غرض یہ ہے کہ زمیندار اور کاشت کار ایک دوسرے کے معاون اور مصارف میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ حضرات مجوزین مزارعت کے یہاں اگر مذکورہ شرط موجود ہے تو مزارعت کے جواز کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ بہر حال مزارعت کو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی طرح ان حضرات نے بھی مزارعت کے جواز کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

## فقہاء کے مسالک

ابن رشد قرطبی متوفی ۵۹۵ھ کہتے ہیں زمین کو کرایہ پر دینے کے مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے حضرت طاؤس اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن کسی صورت میں بھی زمین کو کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور جمہور نے زمین کو کرایہ پر دینے کی اجازت دی ہے مگر ان میں بھی حضرت ربیعہ اور سعید بن المسیب صرف نقدی پر کرایہ دینے کی اجازت دیتے ہیں اور دوسرے حضرات نے کرایہ پر دینے کی اجازت دی ہے مگر کچھ تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں امام احمد سفیان ثوری لیث بن سعد ابو یوسف امام محمد زمین کی پیداوار کے کسی جزء معلوم اور غیر پیداوار دونوں پر کرایہ کی اجازت دیتے ہیں اور جن حضرات نے زمین کو کرایہ پر دینے کو منع کیا ہے ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی عام ہے اور ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرایہ کی نہی کو عام روایت کیا ہے اور انھوں نے عموم پر عمل کیا ہے اگرچہ حضرت رافع نے یہ کہا ہے کہ نقدی پر زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے مگر ان حضرات کے مسالک کے مطابق حدیث کے راوی کا قول حدیث کے عموم کی تخصیص نہیں کرتا اور حضرت رافع نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اراضی کے اجارہ سے منع فرمایا ہے اور ان حضرات کی یہ بھی دلیل ہے کہ حضور نے خطبہ میں ارشاد فرمایا جس کے پاس زمین نہیں ہے اس کو خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کے لیے دے دے اور اس کی اجرت نہ لے اور ان حضرات نے من حیث المعنی یہ بھی فرمایا ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینے میں ہے دھوکہ ہے اس لیے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ فصل پر کوئی آفت پر کوئی آفت پڑ جائے اور کبھی تباہ ہو جائے کاشت کار نے زمین سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور زمین کے مالک کا کرایہ اس کے ذمہ لازم ہوا۔ (ہدایۃ المجتہد ونہایت المقتصد ص ۲۲۱/۲۲)

امام ابو یوسفؒ ہارون الرشید کو کہتے ہیں امیر المومنین آپ نے مزارعت کے بارہ میں مجھے دریافت کیا ہے ہمارے اصحاب حجاز اور اہل مدینہ اس کو مکروہ برا جانتے ہیں اور ہمارے اہل کوفہ کے اصحاب کو اس میں اختلاف ہے جن حضرات نے مساقاۃ کو جائز جانا ہے وہ مزارعت کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ابو یوسف فرماتے ہیں مزارعت کو میں صحیح اور جائز جانتا ہوں اور میرے نزدیک مزارعت مال مضاربت کی مانند ہے۔ جس طرح مضاربت جائز ہے ابو یوسف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ ثلث وربع کی بٹائی پر مزارعت اور مساقاۃ دونوں کو برا جانتے ہیں اور اور ابن ابی لیلی اس میں کچھ حرج نہیں جانتے امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضر رافع روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ کے قریب سے گزرے اور فرمایا یہ کس کا ہے رافع نے کہا یہ میرا ہے اور میں نے اجارہ پر دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو کسی چیز کے اجارہ پر نہ دینا اور نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثلث وربع پر مزارعت کو برا جانا ہے۔ (کتاب الخراج ص۸۸)

حضرت امام علاؤالدین کاسانی فرماتے ہیں مزارعت کی مشروعیت میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مزارعت غیر مشروع ہے اور اسی طرح امام شافعی فرماتے ہیں امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں مزارعت مشروع ہے۔ (بدائع صنائع ص۱۲۵ ج۶)

مزارعت اور زمین کے کرایہ کے بارہ میں فقہاء کے اختلافات کو آپ نے پڑھ لیا ہے اور اہل علم کی توجیہات کر پڑھ چکے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب فقہاء کے فکر و نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور صحابہ وتابعین کے آثار و تعامل میں اختلاف ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس پر چل کر ہم کتاب وسنت کی ہدایات کو پورا کر سکتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں صرف اہل علم و اجتہاد کے افکار و انظار میں اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہے تو یہ صورت بھی ممکن ہے کہ جس صاحب علم و اجتہاد کے ساتھ آپ کو عقیدت ہے اس کے فکر و تحقیق کو پسند کیجئے مگر جب کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلہ پر ارباب علم کے فقیہہ و اجتہاد کو پیش کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں کتاب وسنت کی نص اور ہدایت کے اختیار کئے بغیر کوئی دوسرا راستہ اور چارہ نہیں ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف جس کے حکم کے بارہ میں یہ معلوم کرنا چاہو کہ وہ حکم اللہ کی طرف اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اس کو کتاب وسنت کے معیار کتاب وسنت ہی ہے ارباب علم وبصیرۃ کے تمام مجتہدات کو کتاب وسنت کے معیار پر پرکھو اگر وہ کتاب وسنت کے مطابق ہے تو بس اللہ اور رسول کا حکم وہی ہے جانچنے اور تولنے کا معیار کتاب وسنت ہی ہے ارباب علم و بصیرۃ کے تمام مجتہدات کو کتاب وسنت کے معیار میں وزن کر لینا چاہیئے مطابق کو لیا جائے اور مخالف کو چھوڑا جائے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں دین کا کوئی مسئلہ ہو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو خفی ہو یا جلی جس میں تنازع اور اختلاف ہو اس کا حکم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب اور سنت نہیں مذکور ہے ورنہ تنازع اور اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا امر نہ دیا جاتا اور تنازع اور اختلاف کا فیصلہ کتاب و سنت سے ممکن نہ ہوتا اور امت محمدیہ کا پورا اجماع ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کی مراد یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور حضورؐ کی حیات میں آپ کی ذات بابرکات اور آپ کے تشریف لے جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعلام الموقعین ص۵۶ ج اول

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اگر احادیث اور سنن نبوی متواتر اور احاد علم و یقین کو مفید ہوتے تو احادیث اور سنن کی طرف تنازع اور اختلاف کی صورت میں رجوع کرنے کے امر دینے کی کوئی وجہ ہوتی۔ سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی اور اہل کوفہ میں سے کسی صاحب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح کہا ہے سعید بن جبیر کو غصہ لگا اور فرمایا آپ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکتہ چینی کرتے ہو آپ سے بہت زیادہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی کتاب کو جانتے ہیں۔ حدیث کے ساتھ کتاب اللہ کا معارضہ نہیں برداشت کیا گیا ہے تو دوسرے حضرات کی آراء اور اجتہادات کا معارضہ حدیث کے مقابلہ پر برداشت کیا جا سکتا ہے۔ ابن خزیمہ کے جواب میں احمد بن نصر نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ہوتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ مت کہو کیا اس پر عمل کروگے بلکہ اس طرح کہو یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے آپ چاہیں یا انکار کریں میں اس پر عمل کرونگا۔ (صواعق محرقہ ص۲۶۸)

غرض یہ ہے کہ حدیث صحیح اصل ہے جب حدیث ثابت ہو جاتی ہے تو وہ خود ایک اصل ہو جاتی ہے اور اس کا اپنانا واجب ہے اور اس سے احتجاج و استدلال کے لیے ضروری نہیں ہے کہ فقہاء کی اجتہادی آراء اور فقہاء کا علم و بصیرۃ اس کی مدافقت کرے زمین کی کرایہ پر دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی قطعی اور یقینی ثابت ہے پھر فقہاء کے علم و بصیرۃ اور تعامل ناس کی موافقت کا انتظار کیوں کیا جائے تعامل کی تائید میں اگر سنت موجود ہے تو بیشک وہ واجب الاتباع ہے ورنہ نفس تعامل کوئی دلیل اور حجت نہیں ہے۔

حافظ ابن قیم رح کہتے ہیں جن بلاد کے تعامل میں سنت کی دلیل ہے تو سنت کی وجہ سے ان کا عمل متبع ہے اور جب مسلمانوں کے علماء میں اختلاف ہے تو ان میں بعض کا عمل دوسرے بعضوں پر حجت نہیں ہے درحقیقت اتباع سنت حجت ہے اور سنت اس لیے ترک سنت نہیں کی جائے گی کہ بعض مسلمان اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں ورنہ سنت غیر سنت کی تابع ہو جائے گی اور سنن چھوٹ جائیں گے اور عمل سنت کے لیے معیار ہو جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ عمل کے لیے معیار سنت ہے۔ (اعلام الموقعین ص۴۳۲ ج۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگر بعض فقہاء زمین کو کرایہ پر یا جارہ ٹھیکہ پر دینے پر دینا جائز سمجھتے ہیں تو دوسرے حضرات اس کو منع کرتے ہیں اور ناجائز جانتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک فریق کا قول بھی دوسرے پر حجت نہیں ہے بلکہ حجت یہ ہے کہ سنت نے زمین کو کرایہ پر دینے کو خواہ مزارعت کی صورت میں ہو یا اجارہ اور ٹھیکہ کی صورت میں منع فرمایا ہے اور یہی اسلام ہے جو کتاب و سنت میں بیان کرتا اور واضح ہوتا چلا آرہا ہے۔

## تبصرہ

مذکورہ تفصیلات میں قابل غور امور یہ ہیں :-

۱۔ قرآن شریف نے انسانی معیشت کو زمین میں قائم کیا اور نسل انسانی کے ایک ایک فرد کو زمین سے اپنی معیشت حاصل کرنے کا حق دیا ہے گویا زمین نسل انسانی کے ایک ایک فرد کے معاش کا خزانہ ہے جس سے اپنی معیشت حاصل کرلے اور کسی فرد کو قرآن شریف یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی فرد کو زمین سے معاشی ضروریات کی تکمیل سے روک دے۔

۲۔ قرآن شریف نے عشر اور زکوٰۃ دینے پر مسلمانوں کو مامور فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے علاوہ بھی آفتاب ابناءِ سبیلی اور اہل ضرورت کیلئے دولت مندوں کو دولت میں حقوق رکھے ہیں۔

۳۔ قرآن شریف نے احتکار کرنے سے دولت کو اپنے لیے مخصوص کرنے سے روکا اور مختلف اصناف میں دولت کی تقسیم کرنے پر مامور فرمایا ہے اور قانون وراثت کے قیام میں تقسیم دولت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہدایت کی ہے کہ دولت جمع کرنے اور خزانہ بنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم کرنے کے لیے ہے۔

۴۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی امداد کرنے پر خصوصاً معاشی ضروریات میں اعانت کرنے پر مامور فرمایا ہے کہ دولت کے فاضل اموال میں اہل حاجت کے حقوق ہیں۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتکار و اکتناز کرنے سے منع فرمایا ہے اور فاضل اموال کے خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو اہل ضرورت کو دینے پر مامور فرمایا ہے۔

۶۔ مسلمانوں کو سیدھی سادھی ایک راہ رو کی طرح زندگی بسر کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امر دیا اور ملابس مآکل مساکن میں تکلفات اور نمائش سے روکا ہے کیا کتاب و سنت کے ایسے واضح نظریات کے پیش نظر یہ تسلیم کیا جانا مناسب ہے کہ زائد از ضرورت اراضی اپنے لیے مخصوص کیا جائے اور اپنی دولت میں دوسروں کی محنت اور کمائی سے اضافہ کیا جائے اور یہ تسلیم کیا جانا ضروری ہے کہ دولت صرف حاجات اور ضروریات کی تکمیل کے لیے ہے اور فاضل از ضرورت دولت خواہ نقدی ہے اراضی دوسرے اہل ضرورت کا حق ہے کہ کسی اجرت اور معاوضے کے بغیر دوسروں کی فاضل اراضی سے معاشی استفادہ کریں۔

محکم دلائل سے،مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن حضرات نے کتاب و سنت کی رہنمائی کا ضروری التزام کیا ہے۔ ایسے حضرات کو یقین ہوگا کہ فاضل از ضرورت اراضی کو ضرورت مند مسلمانوں کو عطیہ میں دینا اور ان کے استفادہ کے لیے اس کو مخصوص کرنا اسلام کا معاشی نظام یہ ہے البتہ اگر عامۃ المسلمین کو اراضی کی شدت ضرورت نہیں ہے اور ارباب اراضی خود کاشت کاری کے لیے فارغ نہیں ہے تو اشتراک و تعاون کے طریقہ باہمی تراضی اور مصالحت سے مزارعت اشتراک و تعاون کی جیسا کہ سلف کے تعامل میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کا معاملہ مزارعت اشتراک و تعاون کی صورت میں تھا اور حال کے زمیندار اور کاشت کار کے معاملہ مزارعت کی طرح جاگیر دارانہ نظام کی طرح ظلم و استبداد کا نمونہ نہیں تھا اور جس طرح کی مزارعت کے جواز کو فقہاء نے تسلیم کیا ہے۔ اس کے جواز میں بھی اہل علم قضاء اور دیانت کا فرق کرتے ہیں۔ دیانت میں باہمی تراضی اور مصالحت میں اس کو جائز تسلیم کرتے ہیں اور قضاء میں قانون اور عدالت میں اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

کتبہ محمد اکبر۔ تلمیذ الماس رقم

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ